RG. E-P-NO-861

رجسٹرڈ ای پی نمبر ۸۶۱

جلد ۲ | ۲۸ تبوک ۱۳۳۱ ہش - ۱۹ محرم الحرام ۱۳۷۲ھ - ۲۸ ستمبر ۱۹۵۲ء || ۳۶

کیا اب بھی اُردو قابل نفرین ہے؟

جہاں تک اردو زبان کے ہندوستان میں پیدا ہونے، پنپنے اور یہاں پر مقبول عام ہونے کا سوال ہے۔ اس سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ اگر اردو میں کوئی نقص اور عیب ہے تو یہی کہ پاکستان میں اسے کیوں مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ اور پاکستان کے ارباب حل و عقد اس کو اپنی سرکاری زبان بنانے کا کیوں ارادہ رکھتے ہیں محض اس قصور اور جرم کی بناء پر بعض اہل ہند اس زبان کو اپنی تہذیب کے منافی اور ہندوستان کے مفاد کے خلاف سمجھتے ہیں۔ لیکن اب یہ وجہ اعتراض بھی رفع ہوتی نظر آتی ہے۔ کیونکہ پاکستان میں مشرقی بنگال اور سندھ وغیرہ میں اردو کے خلاف تحریک زور پکڑ رہی ہے۔ چنانچہ مشرقی بنگال کے ایک لیڈر شیخ مجیب الرحمٰن سکرٹری مشرقی بنگال عوامی لیگ نے اپنے بیان میں کہا:-

"اگر مسلم لیگی حکومت نے مشرقی بنگال میں اردو کو لازمی زبان قرار دینے کی شرمناک کوشش ترک نہ کی" تو مشرقی پاکستان میں اُردو کا بائیکاٹ کر دیا جائے گا"۔ (بحوالہ اخبار ریاست)

اسی طرح معلوم ہوا ہے کہ سندھ اسمبلی میں حزب مخالف کے لیڈر مسٹر جی۔ ایم۔ سید نے چیلنج کیا کہ اُردو پاکستان کی قومی زبان نہیں سندھ یونیورسٹی کے میٹریکولیشن کے امتحان میں اردو کو لازمی زبان قرار نہ دیا جائے اور کسی ایسے شخص کو سندھ میں آباد کار ہونے کا سرٹیفکیٹ نہ دیا جائے۔ جو اچھی طرح سے سندھی زبان نہ جانتا ہو۔

ہم اردو کے ان دشمنوں سے جو اردو میں باوجود خوبیوں اور مناقب کے قائل ہونے کے اس کی مخالفت صرف اس وجہ سے کرتے ہیں کہ اس کو پاکستان میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے درخواست کرتے ہیں کہ اب جبکہ پاکستان کے ایک طبقہ نے بھی اس زبان کو اپنانے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ اس قیمتی زبان کو نہ دھتکاریں۔ اور اس کو اس کے مولد و مسکن میں تو کم از کم پناہ لینے کا موقعہ دیں

اس زبان کے ملک میں رواج پانے اور ترقی کرنے سے یقیناً ملک کی مختلف قوموں اور حصوں میں اتحاد اور یکجہتی کی رَو چلے گی۔ اس زبان کی برکت سے بیرونی ممالک بالخصوص افغانستان ایران۔ عرب۔ فلسطین۔ شام۔ انڈونیشیا۔ مصر طرابلس وغیرہ کے ساتھ ہمارے ملک اور اہل ملک کے تعلقات استوار ہوں گے۔ کیونکہ اُردو زبان اور ان ممالک کی زبانوں میں رسم الخط خیالات اور محاورات کا اتحاد ہے۔ پھر اُردو زبان کی ترویج سے گاندھی جی کی یہ خواہش بھی پوری ہو گی کہ "ہندوستانی" کو فارسی رسم الخط میں بھی لکھا جائے۔

ہم امید کرتے ہیں۔ کہ ملک کے بہی خواہ اس زبان کی خوبیوں اور وسعتوں سے کما حقہٗ فائدہ اُٹھائیں گے۔ اور اس کی مخالفت محض اس وجہ سے کرنا چھوڑ دیں گے۔ کہ اس کو پاکستان میں مقبولیت حاصل ہے۔

خدا تعالیٰ ہمارے اہل ملک کو اپنے مفاد اور نفع کو سوچنے اور سمجھنے کی توفیق دے۔ اور وہ ملک کے اتحاد اور اتفاق کے اس قیمتی سرمایہ کو محفوظ کریں۔ اور اس کو ترقی دیں۔

اخبار احمدیہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مع اہل بیت و بزرگان بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ربوہ میں مقیم ہیں۔ خدا تعالیٰ حضور اقدس کو خیر و عافیت سے رکھے۔ اور مقاصد عالیہ میں فائز المرام کرے۔

قرآن کریم کی عظمت

از سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام

"جاننا چاہیئے کہ کھلا کھلا اعجاز قرآن شریف کا جو ہر ایک قوم اور ہر ایک اہل زبان پر روشن ہو سکتا ہے۔ جس کو پیش کر کے ہم ہر ایک ملک کے آدمی کو خواہ وہ ہندی ہو یا پارسی۔ یورپین ہو یا امریکن۔ یا کسی اور ملک کا ہو۔ ملزم و ساکت و لاجواب کر سکتے ہیں۔ وہ غیر محدود معارف و حقائق و علوم و حکمیہ قرآنیہ ہیں۔ جو ہر زمانہ میں اس زمانہ کی حاجت کے موافق کھلتے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک زمانہ کے خیالات کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلح سپاہیوں کی طرح کھڑے ہیں۔ . . . اے بزرگان خدا یقین رکھو کہ قرآن شریف میں غیر محدود معارف و حقائق کا اعجاز ایسا کامل اعجاز ہے۔ جس نے ہر ایک زمانہ میں تلوار سے زیادہ کام کیا ہے۔ اور ہر ایک زمانہ اپنی نئی حالت کے ساتھ جو کچھ شبہات پیش کرتا ہے۔ یا جس قسم کے اعلیٰ معارف کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کی پوری مدافعت اور پورا الزام اور پورا پورا مقابلہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ کوئی شخص برہمو ہو یا بدھ مذہب والا یا آریہ یا کسی اور رنگ کا فلسفی کوئی ایسی الٰہی صداقت نکال نہیں سکتا جو قرآن شریف میں پہلے سے موجود نہ ہو۔ قرآن شریف کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے اور جس طرح صحیفہ فطرت کے عجائب و غرائب خواص کسی پہلے زمانہ تک ختم نہیں ہو چکے۔ بلکہ جدید در جدید پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ یہی حال ان صحف مطہرہ کا ہے۔ تا خدا تعالیٰ کے قول اور فعل میں مطابقت ثابت ہو۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۹ تا صفحہ ۱۴۱)

پھر فرماتے ہیں:-

"یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کریم بذات خود معجزہ ہے۔ اور بڑی بھاری وجہ اعجاز کی اس میں یہ ہے کہ وہ جامع حقائق غیر متناہیہ ہے مگر بغیر وقت کے وہ ظاہر نہیں ہوتے۔ بلکہ جیسے جیسے وقت کے مشکلات تقاضا کرتے ہیں۔ وہ معارف خفیہ ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ دیکھو دنیوی علوم جو اکثر مخالف قرآن اور غفلت میں ڈالنے والے ہیں۔ کیسے آجکل ایک زور کے ساتھ ترقی کر رہے ہیں۔ اور زمانہ اپنے علوم ریاضی اور طبعی اور فلسفہ کی تحقیقاتوں میں کیسی ایک عجیب طور کی تبدیلیاں دکھلا رہا ہے۔ کیا ایسے نازک وقت میں ضرور نہ تھا کہ ایمانی اور عرفانی ترقیات کے لئے بھی دروازہ کھولا جاتا تا شر محاربہ کی مدافعت کے لئے آسانی پیدا ہو جاتی۔ سو یقیناً سمجھو کہ دروازہ کھولا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارادہ کر لیا ہے کہ تا قرآن کریم کے عجائبات مخفیہ اس دنیا کے متکبر فلسفیوں پر ظاہر کرے؟"

نبوت کا فیضان جاری!

حضرت نے اپنے مخالفین کو ملزم کرنے کے لئے یہ بھی ثابت کیا کہ موجودہ الوقت مسلمانوں کا جو یہ عقیدہ ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ اور وہی آخری زمانہ میں دنیا میں نازل ہوں گے۔ اس سے بھی آنحضرت صلعم ایک گونہ نبوت کا دروازہ کھلا قرار پاتا ہے۔ کیونکہ خواہ حضرت مسیح ناصری نے نبوت کا انعام آنحضرت صلعم سے پہلے پایا تھا۔ مگر جب اُن کی دوسری آمد آنحضرت صلعم کے بعد ہو گی تو بہر حال اس طرح آنحضرت صلعم کے بعد ایک نبی کا وجود مان لیا گیا۔ مگر آپ نے بتایا کہ جہاں آنحضرت صلعم کی اُمت میں سے کسی فرد کا نبوت کے انعام کو پانا آپ کے لئے باعث عزت ہے۔ وہاں ایک سابقہ نبی کا آپ کے بعد آپ کی اُمت کی اصلاح کے لئے دوبارہ مبعوث ہو کر آنا یقیناً آپ کے لئے باعث عزت نہیں بلکہ ہتک اور غیرت کا باعث ہے۔

آپ نے عقلی طور پر یہ بھی ثابت کیا کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کے سلسلہ کا بند ہو جانا یہ معنے رکھتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی بعثت خدا کے انعاموں کو وسیع کرنے والی نہیں بلکہ تنگ کرنے والی ثابت ہوئی ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلعم کا وہ مقام ہے۔ کہ اس کے بعد خدائی انعاموں کا دروازہ زیادہ سے زیادہ وسیع ہو کر کھل جانا چاہیئے۔

درخواست دعا!

میری ہمشیرہ خدیجہ بی بی بنت مولوی عبیداللہ صاحب فاضل مبلغ سلسلہ احمدیہ عرصہ دراز سے بیمار چلی آ رہی ہے۔ باوجود علاج کے کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ احباب جماعت خصوصاً صحابہ کرام و درویشان قادیان سے درخواست ہے کہ میری ہمشیرہ کی صحت کے لئے دعا فرمانے کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں

خاکسار عبدالرحیم اللہ یاری از کلکتہ

بھائی عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

شہنشاہِ بابر!

بقلم جناب پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہندوستان۔

متعصب اور فرقہ دارانہ ذہنیت کے اخبارات آئے دن مسلمان بادشاہوں کے خلاف زہر چکانی کر کے اپنے بغض و عناد کی تسکین کرتے رہتے ہیں۔ ان کی اُن بدزبانیوں اور اتہامات سے اگرچہ گذرے ہوئے بادشاہوں کا کچھ نہیں بگڑتا۔ لیکن ملک کی موجودہ فضا ضرور خراب ہوتی ہے اور آئندہ کے لئے ملک کے اتحاد اور ترقی پر ایک کاری ضرب لگتی ہے۔

جہاں تک مسلمان بادشاہوں کے حالات کا سوال ہے۔ بے شک وہ فرشتے نہ تھے اور نہ اولیاء اللہ۔ اُن سے بعض غلطیاں بھی ضرور ہوئیں۔ جیسے کہ ہر انسان سے ممکن ہے۔ لیکن اس کا یہ بھی مطلب نہیں کہ ان میں کوئی بھی خوبی اور اچھائی نہ تھی۔ اور وہ سراسر برائی اور ظلم و جور کے مجسمہ تھے۔ یہ خیال یقیناً بعض غیر مسلم متعصبین کا ہے۔ بالخصوص انگریزوں نے ایسی جھوٹی روایات گھڑ گھڑا کر پیش کر کے بادشاہوں کو بدنام کرنے کے لئے یہ غلط تاریخیں مدون کی ہیں۔ جو بے لاگ تحقیقات سے غلط ثابت ہو چکی ہیں۔

ذیل میں ہم آنریبل پنڈت جواہر لال نہرو کے زریں خیالات شہنشاہ بابر کے متعلق ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ جن سے اس بلند ہمت اور با اقبال بادشاہ کے اخلاق کا کسی قدر پتہ ملتا ہے۔ (ایڈیٹر)

"بابر۔ تیمور اور چنگیز خان کی اولاد میں سے ہونے کی وجہ سے ان کی عظمت اور فوجی قابلیت کا وارث ہوا۔ لیکن چنگیز خان کے زمانہ کے بعد اب مغل بہت تہذیب یافتہ ہو چکے تھے۔ اور بابر بہت ہی مہذب اور خوش باش آدمی تھا۔ اس میں کوئی بات فرقہ وارانہ نہ تھی اور نہ مذہبی تعصب تھا۔ وہ اپنے آباؤ اجداد کی طرح غارت گری نہ کرتا تھا۔ وہ ادبی اور فنی علوم کا دلدادہ تھا۔ اور خود بھی فارسی زبان کا شاعر تھا۔

پھولوں اور باغات کو وہ بہت چاہتا تھا۔ اور ہندوستان کی گرمیوں میں وہ ہمیشہ اپنے وطن کو جو وسطی ایشیا میں تھا۔ یاد کرتا رہتا تھا۔ وہ تزک میں لکھتا ہے۔ فرغانہ کا بنفشہ بہت ہی دلربا ہے۔ یہ علاقہ گل لالہ اور گلاب سے بھرا ہوا ہے۔

بابر کی عمر گیارہ سال کی تھی۔ جب اس کا باپ مر گیا اور وہ اس چھوٹی عمر میں سمرقند کا بادشاہ بن گیا۔ یہ آسان کام نہ تھا۔ ہر طرف اس کے دشمن پھیلے ہوئے تھے۔ اس عمر میں جبکہ چھوٹے بچے اور بچیاں سکول جاتی ہیں اس کو تلوار ہاتھ میں لے کر میدان جنگ میں جانا پڑا۔ ایک دفعہ تخت سے دستبردار ہو کر دوبارہ تخت کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ اس کی طوفان خیز زندگی کو بہت سے ہنگامے درپیش تھے۔ لیکن باوجود اس کے اس نے لٹریچر شاعری اور فنی کاری کو ترقی دی۔ ہمت مردانہ اس کو آگے ہی آگے لے جاتی رہی۔

کابل فتح کرنے کے بعد وہ سندھ کو عبور کر کے ہندوستان میں داخل ہوا اس کے پاس بہت ہی تھوڑی فوج تھی۔ لیکن ساتھ توپ خانہ تھا جو ابھی نیا نیا یورپ اور مغربی ایشیا میں رائج ہوا تھا۔ پٹھانوں کی بہت بڑی فوج اس کی تھوڑی سی تربیت یافتہ فوج اور توپ خانہ کے آگے شکست خوردہ ہو گئی۔ اور بابر فاتح ہوا۔ لیکن اس کی مشکلات ابھی باقی تھیں اور اس کی قسمت کا ستارہ ابھی ابر آلود تھا۔ ایک دفعہ جب اس کو خوفناک خطرہ کا سامنا ہوا۔ تو اس کے جرنیلوں نے اس کو مشورہ دیا کہ وہ شمال علاقوں کی طرف لوٹ جائے۔ لیکن وہ مضبوط ارادے اور حوصلے کا تھا کہنے لگا کہ میں پسپائی پر موت کو ترجیح دیتا ہوں۔ وہ شراب کا عادی تھا۔ اس خطرناک اور نازک موقعہ پر اس نے وعدہ کیا کہ وہ شراب پینا ترک کر دیگا اور اس نے شراب کے تمام برتن توڑ ڈالے اس معرکہ میں اس کو فتح حاصل ہوئی اور اُس نے عمر بھر اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اور کبھی شراب نہ پی۔

میری بچی ناصرہ خاتون مرحومہ کی فوتیدگی پر دوستوں کی ہمدردی کا شکریہ

جیسا کہ احباب کو معلوم ہے کہ میں نے اپنی لڑکی مسماۃ ناصرہ خاتون مرحومہ کا رشتہ مولوی عبدالرحمن صاحب مولوی فاضل ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان کے ساتھ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے ماتحت پچھلے ماہ ستمبر ۱۹۵۲ء میں کیا تھا۔ جس کو کہ اب سال کے قریب ہونے لگا ہے۔ میری بچی پچھلے ہفتہ ولادت کے سلسلہ میں بریلی آئی۔ اور اسی سلسلہ میں جوں جوں بچہ کی پیدائش کا وقت قریب آتا گیا میں اور اسکی والدہ ہر طرح کی نگاہ داشت اور طبی مشورہ کرتے ہوئے بچی کی سہولت کا بندوبست کرتے رہے۔ جوں ہی اس کو دردِ زہ شروع ہوا اس کو بریلی کے زنانہ سرکاری ہسپتال میں لے جایا گیا۔ اور ہر ممکن کوشش کی گئی کہ بچہ طبعی طور پر پیدا ہو۔ لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ ہسپتال کے عملہ نے نہایت ہمدردی کا سلوک کیا۔ اور جس قدر دوڑ دھوپ ممکن ہو سکتی تھی۔ اس کے واسطے کی۔ آخر لاچار ہو کر بچی کا اپریشن کیا گیا۔ جس سے بچہ کی پیدائش ہوئی۔ جو کہ مرا ہوا تھا۔ اس وقت لڑکی کی حالات بالکل ٹھیک اور ہر طرح اطمینان بخش تھی۔ لیکن اچانک اس کا کمزور دل اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکا۔ اور وہ بتاریخ ۹ ستمبر ۱۹۵۳ء بوقت ۱ بج کر ۱۰ منٹ پر فوت ہو گئی۔ اور اپنے مولائے حقیقی سے جا ملی۔

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُون

میری بچی مسماۃ ناصرہ خاتون کی وفات پر دوستوں نے جس ہمدردی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور تعزیت اور اظہار افسوس کی تاریں اور خطوط اس کثرت سے لکھے ہیں کہ میں انفرادی طور پر ہر ایک کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ لہذا بذریعہ اعلان ہذا میں ان تمام دوستوں کا اور خصوصاً درویشان قادیان کا جنہوں نے کہ میری بچی کی فوتیدگی پر میرے اور میرے خاندان کے ساتھ مساوی طور پر شریک غم ہوئے ہیں اور ہر طرح کی ہمدردی کرتے ہوئے ہمارے غم کو غلط کیا ہے۔ میں اُن سب کا اپنی طرف سے اور اپنے خاندان کے افراد کی طرف سے دلی شکریہ ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتا ہوں کہ وہ ان کو اس نیکی کی جزائے خیر دے۔ آمین ثم آمین۔

خاکسار طالب دعا۔ مخدوم قریشی محمد یونس احمدی سکرٹری ہال انجمن احمدیہ شاہدانہ بریلی

احمدیہ والی بال ٹیم دورہ پر

قادیان۔ مورخہ ۲۴ ستمبر احمدیہ والی بال کلب قادیان کے ممبران محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی زیر قیادت دورہ امرتسر کے ٹورنامنٹ میں شمولیت کے لئے روانہ ہو گئے اس ٹورنامنٹ میں علاوہ ہندوستان کی والی بال کی ٹیمیں شامل ہونے کے پاکستان کی ٹیمیں بھی شامل ہوں گی۔

خدا تعالیٰ ہماری ٹیم کو اس موقعہ پر کامیابی عطا فرمائے۔ اور اس کے ممبران کو اس موقعہ سے فائدہ اُٹھانے اور اعلائے کلمۃ اللہ کرنے کا موقعہ دے۔

امدادِ درویشان

مکرم محترم شیخ صالح محمد صاحب ممباسہ مشرقی افریقہ (حال وارد لاہور پاکستان) نے ایک افریقن احمدی بہن کی طرف سے ۱۴/۱۴/۶ روپے بطور امداد درویشان ارسال فرمائے ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

امید ہے کہ ہندوستان میں مقیم اور ہندوستان سے باہر دور دراز علاقوں میں رہنے والے مخلصین جماعت بھی اس مد میں حتی المقدور حصہ لے کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

(ناظر بیت المال قادیان)

مکرم ناظر تعلیم و تربیت کا دورہ یو۔پی

مکرم حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت علاقہ یو۔پی کی جماعت ہائے احمدیہ کا دورہ کر رہے ہیں اپنے پروگرام سے جماعتوں کو خود مطلع کرینگے۔ دوست مطلع رہیں اور ان سے ہر قسم کا تعاون کریں۔۔ قائمقام ناظر تعلیم و تربیت قادیان

ولادتیں

۱۔ ۱۷/۹ بروز جمعرات کو اللہ تعالیٰ نے برادرم یونس احمد صاحب اسلم درویش قادیان کو دوسرا لڑکا عطا فرمایا۔ (خاکسار رشید ظفیر احمد قادیان)

(۲) مکرمی حکیم محمد دین صاحب مبلغ حیدرآباد دکن کے ہاں مورخہ ۲۱/۹/۵۳ کو لڑکا تولد ہوا۔ خدا تعالیٰ عزیز کو لمبی عمر عطا فرمائے۔ خدا اسے دیندار بنائے آمین۔ (ایڈیٹر)

اخلاقِ فاضلہ

کے متعلق

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خاص تعلیم!

(۲)

جھوٹ اختیار کرنے سے انسان کا دل تاریک ہو جاتا ہے

"کذب کے اختیار کرنے سے انسان کا دل تاریک ہو جاتا ہے۔ اور اندر ہی اندر سے ایک دیمک لگ جاتی ہے۔ ایک جھوٹ کے لئے بہت سے جھوٹ تراشنے پڑتے ہیں۔ کیونکہ اس جھوٹ کو سچائی کا رنگ دینا ہوتا ہے۔ اسی طرح اندر ہی اندر اُس کے اخلاقی اور روحانی قویٰ زائل ہو جاتے ہیں۔ اور پھر اسے یہاں تک جرأت اور دلیری ہو جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ پر بھی افتراء کر لیتا اور خدا تعالیٰ کے مرسلوں اور ماموروں کی تکذیب بھی کر دیتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے نزدیک اظلم ٹھہر جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ۔ یعنی اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور افتراء باندھے یا اُس کی آیات کی تکذیب کرے۔ یقیناً یاد رکھو کہ جھوٹ بہت ہی بُری بلا ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اس سے بڑھ کر جھوٹ کا خطرناک نتیجہ اور کیا ہوگا کہ انسان خدا تعالیٰ کے مرسلوں اور اس کی آیات کی تکذیب کر کے سزا کا مستحق ہو جاتا ہے پس تمہارے لئے یہ ضروری بات ہے کہ صدق اختیار کرو۔"

(ملفوظات ج۷ ص۲۵۳)

بد ظنی

"بد ظنی بہت ہی بڑی بلا ہے۔ جو انسان کے ایمان کو تباہ کر دیتی ہے۔ اور صدق اور راستی سے دور پھینک دیتی ہے اور دوستوں کو دشمن بنا دیتی ہے۔ صدیقوں کے کمال حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان بدظنی سے بہت ہی بچے۔ اور اگر کسی کی نسبت کوئی سوءظنی پیدا ہو تو کثرت کے ساتھ استغفار کرے۔ اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کرے۔ تا کہ اس معصیت اور اس کے بُرے نتیجہ سے بچ جاوے۔ جو اس بدظنی کے پیچھے آنے والا ہے۔ اس کو کبھی معمولی چیز نہیں سمجھنا چاہیئے۔ یہ بہت ہی خطرناک بیماری ہے جس سے انسان بہت جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔"

(ملفوظات ج۷ ص۲۵۶)

ایک دوسرے کو بڑا یا چھوٹا سمجھنا۔ میں نہیں چاہتا

کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظرِ استخفاف سے دیکھیں۔ خدا جانتا ہے۔ کہ بڑا کون ہے یا چھوٹا کون ہے۔ یہ ایک قسم کی تحقیر ہے جس کے اندر حقارت ہے۔ ڈر ہے کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہو جاوے۔ بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں۔ لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سنے۔ اُس کی دلجوئی کرے اس کی بات کی عزت کرے۔ کوئی چڑ کی بات منہ پر نہ لاوے کہ جس سے دکھ پہنچے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ (سورہ الحجرات) تم ایک دوسرے کا چڑ کے نام نہ لو۔ یہ فعل فساق و فجار کا ہے۔"

(ملفوظات ج۷ ص۲۵۵)

تکبر سے بچو

تکبر سے بچو۔ کیونکہ تکبر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ مگر تم شاید نہیں سمجھو گے کہ تکبر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے سمجھو کہ میں خدا کی روح سے بولتا ہوں۔ ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہنرمند ہے وہ متکبر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل و علم کا نہیں سمجھتا۔ اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے کیا خدا قادر نہیں کہ اُس کو دیوانہ کر دے۔ اور اس کے اُس بھائی جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے۔ اس سے بہتر عقل اور علم اور ہنر دیدے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کسی مال یا جاہ و حشمت کا تصور کر کے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبر ہے۔ کیونکہ وہ اس بات کو بھول گیا ہے کہ یہ جاہ و حشمت خدا نے ہی اس کو دی تھی۔ اور وہ اندھا ہے۔ اور وہ نہیں جانتا۔ کہ وہ خدا قادر ہے کہ اس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم میں اسفل السافلین میں جا پڑے۔ اور اس کے اُس بھائی کو وہ حقیر سمجھتا ہے۔ اس سے بہتر مال و دولت عطا کر دے۔

دعا میں سستی کرنیوالا بھی متکبر ہے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دعا مانگنے میں سست ہے وہ بھی متکبر ہے۔ کیونکہ قوتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اس نے شناخت نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھا۔ سو تم اے عزیزو! ان تمام باتوں کو یاد رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی نظر میں متکبر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو۔ ایک شخص جو اپنے ایک بھائی کے ایک لفظ کی تکبر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سننا نہیں چاہتا۔ اور منہ پھیر لیتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک غریب بھائی جو اس کے پاس بیٹھا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اُس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے ایک شخص جو دعا کرنے والے کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے۔ اس نے بھی تکبر سے حصہ پایا ہے۔

اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی پورے طور پر اطاعت کرنا نہیں چاہتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔

اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے سو کوشش کرو۔ کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو کہ تا ہلاک نہ ہو جاؤ۔ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔ خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے۔ تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر۔ تا تم پر رحم ہو۔"

(نزول المسیح ص۲۵،۲۶)

کمیونزم اور ہندو دھرم

خوبصورت۔ خوش کن۔ دلکش اور دلفریب کمیونزم کا سب سے بڑا اصول یہ ہے کہ "ہر ایک کو اُس کی ضرورت کے مطابق دیا جائے"۔ غرباء۔ مزدور طبقہ اور اکثر ناداری کے ہاتھوں زندگی سے مایوس بیکاروں اور فاقہ مستوں کے لئے یہ اصول پیغامِ حیات ہے کاہل و سست اور محنت و مشقت سے دل چرانے والوں کے لئے یہ منفعت (؟) اکسیر ہے۔ مساوات کا خواب دیکھنے والوں کے لئے کمیونزم ہی کامیابی کا واحد ذریعہ ہے۔

لیکن اس سے بڑھ کر خطرناک۔ ضرر رساں اور تباہ کن چیز شاید ہی کوئی اور ہو۔ کیونکہ اس سنہری اصول کی بنیاد جبر۔ تشدد۔ ظلم اور تعدی پر رکھی گئی ہے۔ جیسا کہ بانیٔ کمیونزم کا پہلا اصول ہے کہ "جو جس کے پاس ہے۔ وہ اس سے لے لیا جائے"۔

اگر کمیونزم کے اصولوں کی بنیاد محبت و پریم اور اُلفت پر ہوتی تو یقیناً یہ اصول پسندیدہ تھے۔ اور کسی بھی ملک کی ترقی و آزادی میں ممد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ ہمارے بھارت دیش میں شری ونوبا بھاوے جی بھو دان (زمین کی خیرات) کا کام پریم و اُلفت کی بنیادوں پر کر رہے ہیں۔ ان کی کامیابی کا اقرار مشہور کمیونسٹ لیڈر شری جے پرکاش نرائن نے بھی کھلے دلوں کیا ہے اس بھو دان میں جبر کی بجائے پریم کو بطور بنیاد کے رکھا گیا ہے۔

کمیونزم پھیلنے کی وجوہات:۔ آجکل بڑی سرعت اور تیزی سے کمیونزم کا سیلاب پھیلتا چلا آ رہا ہے۔ سامراجی طاقتیں اس طوفان کی لہروں کو دور سے دیکھ کر ہی کانپ رہی ہیں۔ اسے روکنے کی مختلف تدابیر سوچی جا رہی ہیں۔ کمیونزم کے پھیلنے کے قدرتی طور پر چند وجوہ ہیں۔ انہی پر غور کرنا کمیونزم کے انسداد پر غور کرنا کہلا سکتا ہے۔

(۱) جس ملک کی آبادی زیادہ ہو۔ اور پیداوار کم ہو۔ یعنی خورد و نوش اور رہائش کی اشیاء کی کمی اور مردم شماری کی زیادتی قدرتاً کمیونزم کے پھیلنے کا باعث بنتی ہے۔

(۲) ملک کی دولت کا محدود ہاتھوں میں مقید ہونا۔ ملک کی دولت۔ سود خوار۔ مل مالک یا چند تجار کے ہاتھوں میں پھنس جاتی ہے۔ اُمراء سرمایہ داری کے نشہ میں سرشار ہو کر غرباء کو چوستے رہتے ہیں۔ فن کار اُمراء کے پنجہ سے اور اُن کی پیچیدہ چالوں سے بے بہرہ عوام ہمیشہ لوٹے جاتے رہتے ہیں۔ پُرانے زمانہ میں امیر اور غریب میں آج کی طرح زمین و آسمان کا سا فرق نہ تھا۔ اور نہ ہی نفرت و حقارت کا اتنا بھیانک جذبہ موجود تھا آجکل کا امیر طبقہ تو یہ بات بھول ہی گیا ہے کہ ان کے اموال میں نہ صرف مزدوروں فاقہ کشوں اور نادار انسانوں کا حق ہے۔ بلکہ

وَفِیْٓ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔ (پ۲۶ ع۱)

ان کے مالوں میں ملک کے عام ناداروں اور بے زبان جانوروں تک کا بھی حصہ شامل ہے۔ اگر طورِ

دیکھا جائے۔ تو اکثر دولتمندوں کا مقصودِ زندگی صرف و تحبّون المال حبًّا جمًّا (پ فجر) مال کی محبت اور مال کو ہی جمع کرنا ہے۔ آج امیر اور غریب کے درمیان جذبہ نفرت اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اس نے کمیونزم کی صورت اختیار کر لی ہے۔

۳۔ بعض ممالک اور بعض سوسائٹیوں میں ایک طبقہ کو انسانی حقوق تک نہیں دیئے جاتے اور اس کے مقابلہ میں انہی کے بھائی بند سارے اختیارات اور حقوق پر غاصبانہ قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔ اس بھونڈی تقسیم نے محروم طبقہ کو

"تنگ آمد بجنگ آمد"

مرنے مٹنے پر تیار کر دیا ہے۔

اگرچہ کمیونزم کا نظام اور اس کا مرکز روس ہے جس نے مارکس اور لینن کے نظریات کو اپنایا اور زار روس کے بے ضابطگی اور تشدد سے نجات پائی۔ لیکن یہ تحریک سترھویں صدی میں انگلینڈ میں رونما ہوئی تھی۔ جبکہ چارلس کو قتل کر کے وہاں جمہوریت قائم کی گئی تھی۔ اس کا باعث یہ تھا۔ کہ انگلینڈ کے قانون کے ماتحت سب سے بڑا بیٹا ہی ساری جائداد کا اکیلا مالک ہوتا ہے اور باقی اولاد ورثہ سے محروم رہ جاتی ہے۔ سارے حقوق اور اختیارات بڑے بیٹے کو حاصل ہوتے ہیں۔ غربت۔ مشقت اور غلامی چھوٹوں کے حصہ میں آتی ہے۔ یہ انصاف اور فطرت کے خلاف ہے۔ قدرتاً مساوات کی لہر خون میں جوش مارتی ہے۔ انگلینڈ میں ۱۷ ویں صدی میں اسی ناانصافی نے جمہوریت کو قائم کیا تھا۔ اس کے بعد دیگر ممالک میں جمہوریت کا دروازہ کھل گیا۔

ہر ایک ملک کے اندرونی حالات دوسرے ممالک کے حالات سے مختلف ہوتے ہیں۔ روس میں اس تحریک کے پنپنے کے قدرتی اور اندرونی حالات موجود تھے۔ جن کی بناء پر یہ تحریک بڑی جلدی سے پھیل گئی۔ آج آدھی دنیا کمیونزم تحریک کے پنجہ میں گرفتار ہے۔ ہمارے بھارت نواسی بھائی بڑے اشتیاق و اضطراب سے اس کی کامیابی کے خواہاں ہیں۔ بھارت میں ترنگے کی بجائے سرخ جھنڈا لہرانے کے عاشق نظر آتے ہیں۔ لیکن ہمارے بھائی یہ بات بھول جاتے ہیں کہ بھارت کے اندرونی حالات انگلینڈ یا روس جیسے نہیں۔ جو جو وجوہات روس میں کمیونزم تحریک کی کامیابی کا باعث تھیں۔ وہ یہاں مفقود ہیں۔ دنیا میں ہر ایک فعل حقائق کی روشنی میں ہی پسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ عقلمند انسان

"ہمسایہ کا منہ لال دیکھ کر اپنا منہ چانٹوں سے لال نہیں کیا کرتے"

ہمارا دیش ایک مذہبی دیش ہے۔ ہزاروں سالوں سے آج تک اسے مذہبی پہلو سے خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہاں کے رہنے والوں نے اپنے مذہب کی خاطر بارہا اپنی دنیا کو برباد کیا ہے۔ یہ بات ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ کہ یہاں کے باشندے ہندو دھرم کے پیروکار بھی ہوں۔ اور کمیونزم کو بھی اپنا لیں۔ کیونکہ کمیونزم سرے سے ہی مذہب کا قائل نہیں۔ یا تو انہیں اپنا سب سے پیارا سب سے پرانا دھرم چھوڑنا پڑے گا۔ یا کمیونزم کو ترک کرنا پڑے گا۔ کیونکہ

(۱) انگلستان کی طرح بھارت میں بڑا بیٹا ہی جائداد کا اکیلا مالک نہیں ہوتا۔ بلکہ سارے بیٹے ورثہ میں حقدار ہیں۔ اور اب آزاد بھارت میں لڑکی کو بھی جائداد میں سے حصہ ملنے کا قانون بن رہا ہے۔ ادھر اسلام نے پہلے سے ہی لڑکی کا حصہ جائداد میں سے اُسے دلوایا ہے۔ گویا جس ناانصافی کا انگلینڈ نام کرے۔ بھارت نے شروع سے ہی اس کی جگہ پر انصاف کا پہلو پیش کر رکھا ہے۔ دوسرے بھارت کی طرز حکومت بھی جمہوری ہے نہ کہ روس اور انگلینڈ کی طرح شخصی حکومت نہیں پبلک کے نمائندے پبلک کے حقوق کی حفاظت کرتے ہیں۔

(۲) مجموعی لحاظ سے ہمارا ملک ایک غریب ملک ہے۔ اگر اس میں چند ایک امیر ہیں بھی۔ تو ان کی دولت اتنی نہیں کہ سارے بھارت کے غرباء اس دولت سے امیر بن سکیں۔ عوام اُمراء کو لوٹنے کے بعد بھی غریب کے غریب ہی رہیں گے۔

اب جس صورت میں غریب اور مزدور طبقہ میں یہ جذبات پیدا کئے جا رہے ہیں کہ ملک کے اُمراء اور دولت مندوں کی کوٹھیاں۔ بانگلات اور دھن دولت دراصل غرباء کی ہے اور اس طرح نفرت کی خلیج کو اور بے کنار بنایا جا رہا ہے۔ تو کل کو یہی جذبات غریب ممالک میں امیر ممالک کے خلاف پیدا ہو جائیں گے۔ کہ امریکہ وغیرہ دولت مند ملکوں کی ثروت و دولت دراصل باقی غریب ملکوں کی ہے۔ جن کو ان امیر ملکوں نے اپنی تدابیر سے لوٹ لیا ہے۔ اس جذبہ و اصول سے کبھی دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے؟ یہ بعید از قیاس نہیں۔ کہ آئندہ کسی زمانے میں دنیا کے نادار غریب ممالک آجکل کے مزدوروں کی طرح اتحاد۔ اتفاق اور یک جہتی پیدا کر لیویں۔ اور اسی جذبہ و اصول کے ماتحت کسی امیر ملک پر حملہ کر دیں۔ یہ رجحانات بھیانک تباہی کا پیش خیمہ بن سکتے ہیں۔

مذہبی نقطہ نگاہ سے بھی کمیونزم بھارت میں نہیں پھیل سکتا۔ کیونکہ ہندو دھرم کا سارا دارومدار تناسخ (آواگون) پر ہے۔ ہندو مت کی پراچین اور خوبصورت عمارت کا واحد سہارا صرف کرموں کا پھل ہے اس سنسار میں انسان جو کرم (اعمال) کرتا ہے ان اعمال کے مطابق ایشور انسان کو آئندہ جون میں دکھ سکھ۔ دولتمندی یا ناداری دیتا ہے۔ بعض کو بُرے کرموں کی بناء پر نباتات کی جون دی جاتی ہے۔ اس طرح ایک روح۔۔۔۔

چوراسی لاکھ جونوں میں جنم لینے کے بعد مکتی پاتی ہے۔ اس دنیا میں غربت بیماری۔ دکھ۔ بدصورتی کند ذہنی اور تکالیف نیز امیری۔ خوبصورتی۔ سکھ و آرام اور عزت سب کچھ پہلے جنم کے بُرے یا نیک اعمال کا پھل ہے۔ ایشور عادل ہے۔ وہ بُرے اور اچھے کرموں پر جزاء اور سزا مقرر کر دیتا ہے اس کے انصاف کے تقاضے نے آواگون کو میزان العدل بنایا ہے۔ منوجی مہاراج کے قوانین "منوسمرتی" اور ہندومت کے دیگر اصول کو چھوڑتے ہوئے ہندومت کے اس مرکزی اصول کی بناء پر کہہ سکتے ہیں کہ:

ٹاٹا۔ برلا وغیرہ کی دولتمندی کا ہرگز ہرگز یہ باعث نہیں کہ انہوں نے اپنی ذاتی قابلیت و ذہانت سے یہ روپیہ اکٹھا کیا ہے۔ یا یہ دولت غریب مزدوروں کو چوس چوس کر جمع کی گئی ہے۔ یا یہ دھن غرباء اور مزدور طبقہ کا ہے۔ بلکہ یہ دولت ان اعمال کا پھل ہے۔ جو پہلے جنم میں ٹاٹا۔ برلا سے وقوع میں آئے تھے۔ اس دولت کے جائز وارث ٹاٹا۔ برلا کے لڑکے ہی ہیں۔ اگرچہ وہ کیسے ہی بدصورت اور کم عقل کیوں نہ ہوں۔ مگر وہ بھی اپنے پہلے جنم کے کرموں کے باعث ان کوٹھیوں، باغات۔ کارخانے اور نقدی کے جائز وارث ہیں۔ منوسمرتی کے مطابق تو شودر کا کمایا ہوا روپیہ بھی برہمن دیوتا کا ہو سکتا ہے۔ چہ جائیکہ امراء کا کمایا ہوا روپیہ غرباء کا سمجھا جائے۔

اگر بھارت کے غرباء اور مزدوروں کی بری حالت ہے۔ تو یہ حالت بھی ازروئے ہندو دھرم پہلے جنم کے کرموں کا پھل ہے لیکن حیرت انگیز بات ہے۔ کہ بھارت میں کمیونسٹوں کی طرف سے کہا جاتا ہے۔ کہ امراء نے غرباء اور مزدور طبقہ کو چوس لیا ہے۔ لوٹ لیا ہے۔ ملک میں مختلف طریقوں سے انقلاب پیدا کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ کارخانوں میں ہڑتالیں کروائی جاتی ہیں۔ ریلوں اور تار گھروں میں تعطل پیدا کروایا جاتا ہے۔ پوری طاقت سے کمیونزم خیالات کو یہاں پھیلایا جاتا ہے۔ یہ کمیونسٹ روس یا چین سے یہاں نہیں آئے۔ بلکہ بھارت کے ہندو اور دوسری اقلیتوں کے افراد ہیں۔ لیکن باوجود کوشش کے روس مذہب کو مٹا نہیں سکا۔ بلکہ ایک تجربہ کے بعد اس نے بعض مساجد اور گرجوں کے دروازے مذہبی لوگوں پر کھول رکھے ہیں۔ وہ چھوٹے بڑے کا فرق بھی نہیں مٹا سکا کیونکہ سٹالن نے اپنی بیٹی کی شادی پر ہزاروں روبل خرچ کئے۔ دوسری طرف ایک مزدور کو بیٹی کی شادی پہ سٹالن کی بیٹی کے ایک سوٹ کے برابر بھی نہیں ملتا۔

دوسرے مذاہب اپنے بنیادی اصولوں کے لحاظ سے کسی نہ کسی صورت میں کمیونزم کی موجودگی میں بھی اس سے بچ سکتے ہیں۔ مگر ہندومت اپنے بنیادی اصولوں کے لحاظ سے کمیونزم کے سیلاب کے سامنے اپنی ہستی اور اصولوں کو نہیں بچا سکتا۔ ہندو دھرم کے لئے کمیونزم موت کا پیغام ہے۔ اس صورت میں بھارت کے کروڑوں ہندو خود اپنے ہاتھوں اپنے پراچین مذہب کو موت کے گھاٹ اتارنے والے ہوں گے۔ اس خدشہ کو کوکس (؟) اسٹینڈرڈ ۲۷ اگست ۱۹۵۲ء کی خبر یقینی بناتی ہے۔ کہ

"بھارتی یونیورسٹیوں میں" اقوام متحدہ ایسوسی ایشن" کے بانی راجندرا ڈی ماتھر نے "مارل ری آرمامنٹ" کی عالمی اسمبلی کو کل بیان بتایا۔ کہ بھارتی طلباء میں سے ستر فی صدی طلباء کمیونسٹ ہیں۔ یا انہوں نے کمیونزم کے ساتھ اپنی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں"۔

کالجوں کے طالب علموں میں سے اکثر کو اپنے مذہب کا کماحقہٗ علم نہیں۔ البتہ مارکس اور لینن کے فلسفہ کے دلدادہ ہیں۔ مذہب کو جڑ سے اکھاڑنے کی دائمی خواہش اپنے سینوں میں رکھتے ہیں گویا آئندہ نسل جس پر مذہب اور ملک کا بوجھ پڑنے والا ہے اس کی اکثریت بقول "راجندرا ڈی ماتھر" کمیونزم کی دلدادہ اور مذہب سے بیزار ہے۔ اس بیزاری کا براہِ راست اثر ہندو دھرم پر پڑے گا۔ ایسے وقت میں رہنماؤں کو میدان میں آنا چاہیئے۔ اور بھارت کی ترقی ۔۔۔ اور پریم کی بنیادوں پر رکھنی چاہیئے۔ بھارت کی ترقی کا یہی راز ہے۔

(خاکسار خورشید احمد جامعۃ المبشرین قادیان)

میں احمدی کس طرح ہوا

از حافظ عبد الرشید صاحب اوکاڑہ

ذیل میں ایک نو احمدی دوست کے قبول احمدیت کے دلچسپ واقعات قارئین کرام کے مطالعہ کے لئے درج کئے جاتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

میں گاڑی میں سفر کر رہا تھا تو ایک پادری صاحب اور ایک مولوی صاحب کے درمیان کچھ سوالات ہونے لگے۔ ان میں سے ایک ناسخ و منسوخ کے متعلق تھا۔ سوال یوں تھا کہ مولوی صاحب کیا وہ چیز مکمل ہو سکتی ہے جو کم یا زیادہ ہو؟

مولوی صاحب۔ نہیں۔

پادری صاحب۔ پھر قرآن کیسے مکمل ہوا جس میں بعض آیات ناسخ اور بعض منسوخ پائی جاتی ہیں۔

مولوی صاحب نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے عرض کیا کہ پادری صاحب میں آپ کو تحقیق کر کے جواب دوں گا تو اس پر خاموش ہو گیا۔

میں لاہور گیا اس مسئلہ کو اسی طرح مولوی احمد علی صاحب کے سامنے پیش کیا۔ جواب ملا کہ میں حدیث کا درس دینے لگا ہوں میرے پاس وقت نہیں۔ صبح آنا۔ میں نے عرض کیا میں مسافر ہوں جواب ملا۔ لاہور میں مولوی ختم نہیں ہو گئے کسی اور سے دریافت کریں۔ پھر میں مسجد وزیر خاں گیا۔ وہاں کے مولوی صاحب سے پوچھا تو فرمایا۔ اچھا ذہنی میدان میں آیا ہوں۔ دماغ تھکا ہوا ہے صبح آنا۔ میں نے عرض کیا۔ میں مسافر ہوں۔ جواب دیا مولوی ختم نہیں ہو گئے اور سے پوچھ لو۔ مدرسہ النصرتیہ کے مفتی صاحب سے پوچھا جواب ملا وظیفہ کرنے لگا ہوں پھر سہی۔ اس کے بعد کمالیہ پہنچا۔ مولوی عبد الغفور صاحب سے ملا۔ وہ مکان ۱۵ شہر کمالیہ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائلپور میں رہتے ہیں جواب ملا کہ ایمان رکھو کہ ناسخ منسوخ ہے۔ لیکن دوسروں کو کہو ناسخ و منسوخ نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ استاد صاحب آپ نے مجھ کو قرآن پڑھایا تھا اس میں ایک آیت تھی کہ [illegible] لعنت ہوتی ہے اگر آپ مرزائی [illegible] ہماری جماعت کم ہو جاوے گی۔ اس کے بعد میں ننکانہ آ گیا۔ وہاں پر ایک مولوی فضل احمد تھے۔ ان سے یہ سوال کیا تو انہوں نے مجھے تفسیر لکھی دی اور فرمایا۔ صفحہ ۴۰ ضرور پڑھنا اور باقی جہاں سے چاہو پڑھو صفحہ ۴۰ پر یہ لکھا تھا کہ ناسخ منسوخ کی تین قسمیں ہیں بعض وہ ہیں جو منسوخ الحکم ہیں اور ان کی تلاوت جاری ہے۔ اور بعض وہ ہیں جو منسوخ التلاوت ہیں اور ان کا حکم جاری ہے۔ اور بعض وہ ہیں جو منسوخ الحکم بھی ہیں اور منسوخ التلاوت نہیں گویا کہ قرآن کریم میں نعوذ باللہ نقص ہے۔ میں نے تفسیر مولوی صاحب کو دے دی۔ اور کہا مولانا یہ کوئی حل شدہ مسئلہ نہیں۔ جواب ملا حافظ صاحب اگر ہم ناسخ منسوخ کا عقیدہ چھوڑ دیں تو پھر ہم کو یہ لازماً ماننا پڑتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد نبی آ سکتا ہے۔ میں خاموش ہو کر واپس آ گیا اس کے چند دن بعد احرار کانفرنس ہوئی۔ جس میں مولوی محمد علی صاحب جالندھری نے فرمایا کہ آج مرزا صاحب کی کتب سے یہ ثابت کریں گے۔ کہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ اس پر میں نے ایک چٹ لکھ کر بھجوائی۔ کہ مولانا عام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ تو پھر جو بھی آئے وہ جھوٹا ہے۔ اور اگر آ سکتا ہے تو پھر پہلے قرآن کریم سے اس کا ثبوت دیں اور اس کا معیار صداقت قرآن کریم سے ہی پیش کریں اور پھر اس پر مرزا صاحب کو پرکھیں۔ ننکانہ صاحب کے عام لوگ مجھے جانتے ہیں کہ میں مرزائی نہیں ہوں۔ حافظ عبد الرشید۔

یہ تھی وہ عبارت جو میں نے مولانا صاحب کی خدمت میں بھجوائی۔

جواب ملا۔ یہ مسئلہ رات جہاں میں ٹھہروں گا وہاں آ کر پوچھیں۔

میں رات کو پھر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو پنجابی زبان میں فرمایا۔ کہ "حالی تگروں نہیں لتھا" یعنی ابھی تو نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔ میں نے عرض کیا کہ مولانا یہ میرے مسئلہ کا جواب ہے۔ فرمایا ہاں۔ میں وہاں سے واپس آ گیا۔ میں اپنی دکان پر جہاں موچی بوٹ کا کام کیا کرتا ہے وہاں پر ایک ماسٹر جو کہ احمدی تھے تشریف لائے۔ میرے ساتھ وفات مسیح پر کچھ گفتگو شروع کی۔ کیونکہ وہ قرآن کریم سے خاص واقفیت نہ رکھتے تھے اس لئے انہوں نے فرمایا کہ میں تو آپ کو سمجھا نہیں سکا آپ میرے ساتھ مسجد احمدیہ میں چلیں اور ہمارے امیر صاحب سے بات کریں۔ میں نے کہا بہت اچھا وہاں کوئی سانپ ہے جو مجھ کو ڈس لے گا اور میں خوشی خوشی وہاں پہنچ گیا۔ اور ان کے ساتھ ہر ایک مسئلہ پر متواتر ایک ہفتہ بحث ہوتی رہی اور [illegible] جو مجلس احرار کے مذہبات مرزا کے نام سے شائع کیا ہوا تھا ایک ایک حوالہ دیکھا اور جب سب غلط پائے تو میں اکتوبر ۱۹۵۰ء کو اجتماع خدام الاحمدیہ کے موقعہ پر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور حضور نے مجھ سے مشکوٰۃ کی پہلی حدیث سنی اور فرمایا۔ کہ اور پڑھنے کی کوشش کریں۔ واپس آنے پر میرے گھر والوں نے مجھ کو ایک تھم (ستون) کے ساتھ باندھ دیا۔ اور میرے پاس مولوی صاحبان آنے شروع ہوئے مجھ سے وفات مسیح اور اجرائے نبوت کے متعلق کچھ بات چیت کرتے اور لاجواب ہو کر میرے گھر والوں کو یوں کہتے۔ بس یہ یوں نہیں سمجھے گا۔ اور چلے جاتے۔ چھ دن کے بعد جمعہ آ گیا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھ کو جمعہ پڑھنے کے لئے رہائی دو۔ پس انہوں نے مجھ کو کھول دیا اور کہا کہ جلد جمعہ شہر چل کر پڑھیں۔ جب شہر پہنچے تو میں نے چاہا کہ میں مسجد احمدیہ میں جا کر جمعہ پڑھوں لیکن وہ کھینچ کر مجھ کو ایک مسجد میں لے گئے جو سٹیشن کے قریب تھی۔ اور کہا کہ یہاں اعلان کر دو کہ میں سنی جماعت پر ہوں (یعنی اہلسنت ہوں) پس میں منبر پر چلا گیا اور وہاں جا کر قرآن کریم کی وہ آیات پڑھنی شروع کیں۔ جن میں سے وفات مسیح اور اجرائے نبوت ثابت ہوتی تھی۔ اور کہا کہ میں ان آیات کو سمجھتے ہوئے احمدی ہوا ہوں۔ اب میں اس جماعت میں ہوں جو رسول اللہ صلعم کو سچے دل سے خاتم النبیین مانتی ہے اور اسی طرح مانتی ہے جس طرح قرآن کہتا ہے۔ اُس طرح نہیں جس طرح یہ عالم کہتے ہیں۔ پس لوگ بہت گرم ہوئے اور کہا کہ آپ نے ہماری سخت بے عزتی کی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ اگر آپ کی قرآن پڑھنے سے بے عزتی ہوتی ہے تو پھر میں مجبور ہوں۔ پس انہوں نے جمعہ پڑھ لیا اور میں نے ظہر پڑھ لی۔ بعد میں پوچھا کہ تم باز نہیں آتے میں نے کہا کیا آپ قرآن سے باز رکھتے ہو۔ جواب ملا۔ جاؤ تمہارا بائیکاٹ ہے۔

پس یہ ہے میری بیعت کا حال۔ میری طرف سے جماعت احمدیہ قادیان کے کل افراد کو السلام علیکم عرض کریں۔ اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ موت دے۔ اور خدمت اسلام کرنے کا موقعہ دے۔ آمین۔

اُمتِ محمدیہ میں نبوت غیر تشریعی نبوت کا اجراء (بقیہ صفحہ ۶)

اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ یَکُوْنُ عَلٰی شَرْعٍ یُخَالِفُ شَرْعِیْ بَلْ اِذَا کَانَ یَکُوْنُ تَحْتَ حُکْمِ شَرِیْعَتِیْ وَلَا رَسُوْلَ اَیْ لَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ اِلٰی اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِ اللّٰہِ بِشَرْعٍ یَدْعُوْھُمْ اِلَیْہِ فَھٰذَا ھُوَ الَّذِیْ انْقَطَعَ وَسُدَّ بَابُہٗ لَا مَقَامُ النُّبُوَّةِ ○

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ کی وجہ سے جو نبوت بند ہوئی ہے وہ تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقام نبوت پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرنے والی یا اس میں کسی قسم کی ازدیاد کرنے والی کوئی شریعت نہ ہوگی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کہ میرے بعد نبوت اور رسالت بند ہو گئی اور میرے بعد اب نبی اور رسول نہ ہوگا کا یہی مطلب کہ کوئی ایسا نبی نہ ہوگا جو میری شریعت کے مخالف ہو۔ بلکہ جب ہوگا میری شریعت کے ماتحت ہوگا۔ اسی طرح کوئی ایسا رسول نہ ہوگا۔ جو نئی شریعت کی طرف لوگوں کو دعوت دے۔ پس نبوت کے منقطع ہونے اور اس کے دروازے کے بند ہونے کے یہ معنے ہیں۔ نہ یہ کہ مقام نبوت اب کسی کو مل نہیں سکتا۔

۴۔ حضرت ولی اللہ شاہ صاحب محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔ وَخُتِمَ بِهِ النَّبِیُّوْنَ اَیْ لَا یُوْجَدُ مَنْ یَّاْمُرُہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِالتَّشْرِیْعِ عَلَی النَّاسِ (التفہیمات الٰہیہ تفہیم ۵۳)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونیکا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد ایسا شخص نہیں ہو سکتا جسے خدا تعالیٰ شریعت دے کر لوگوں کی طرف مامور کر کے بھیجے۔

۵۔ حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند تحریر فرماتے ہیں "عوام کے خیال میں رسول اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟" (تحذیر الناس صفحہ ۳) پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۸ پر تحریر فرماتے ہیں "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"

پس مندرجہ بالا اقوال بزرگان سے بھی یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت تشریعی بند ہے۔ مگر ایسی نبوت جو حضور علیہ السلام کے فیضان سے ملے وہ جاری ہے۔ اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذہب اور یہی آپ کا دعویٰ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس امت میں مسیح موعود کی بشارت دیتے ہوئے اُسے چار دفعہ نبی اللہ کہا ہے (مسلم جلد ۲) پس معلوم ہوا کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کا دعویٰ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اور آپکی اتباع میں ہے اسلامی تعلیم اور بزرگان سلف کے اقوال کے عین مطابق ہے۔ از راہ کرم آپ سنجیدگی سے ان امور پر غور فرمائیں تا کہ مامور ربانی کی شناخت کی جا سکے۔

اُمّتِ محمدیہ میں نبوت غیر تشریعی کا اجراء

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں میں جس مہدی اور مسیح کے آنے کا وعدہ تھا۔ وہ آچکا ہے۔ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اس زمانہ کے امام مہدی اور مسیح موعود ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

"میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے"۔ (نزول المسیح صفحہ ۴۸)

"میں نبی ہوں اور اُمتی بھی ہوں۔ تا ہمارے سید و آقا کی وہ پیشگوئی پوری ہو۔ کہ آنیوالا مسیح اُمتی بھی ہوگا۔ اور نبی بھی ہوگا"۔

(آخری خط مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

حضرت مرزا صاحب کے دعوے کو قبول کرنے میں ایک بڑی دقت ہمارے غیر احمدی احباب کی طرف سے یہ پیش کی جاتی ہے کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ دعویٰ نبوت کفر ہے لہذا آپ کا دعویٰ صحیح اور قابل قبول نہیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ روک بالکل غلط فہمی پر مبنی نظر آتی ہے اسلامی اصطلاح کی رو سے نبی وہ شخص ہے جسے خدا تعالیٰ کے ساتھ کثرت مکالمہ مخاطبہ کا شرف حاصل ہو۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ (سورہ جن ع ۲) اللہ تعالیٰ اپنے غیب کا اظہار اپنے انبیاء پر ہی کرتا ہے۔ پس جس کے ساتھ خدا تعالیٰ کثرت سے کلام کرے اور اس پر اپنے غیب کا اظہار کرے وہ نبی ہوتا ہے نیز قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کی دو قسمیں ہیں اول تشریعی جس کے ساتھ نئی شریعت اور نئے احکام ہوں۔ دوم غیر تشریعی۔ جس کے ساتھ شریعت اور نئے احکام نہ ہوں۔ نبوت غیر تشریعی کا حامل پہلی شریعت کا تابع ہوتا ہے اور اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا (المائدہ ع ۲) یعنی ہم نے (موسیٰ) پر توریت نازل کی۔ اس میں ہدایت اور نور تھا۔ اسی کے مطابق وہ انبیاء فیصلہ کیا کرتے تھے جو فرمانبردار ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام تو تشریعی نبی تھے۔ مگر وہ نبی جو آپ کی فرمانبرداری اور اتباع میں تھے۔ وہ شریعت کے حامل نہ تھے۔ بلکہ توریت کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ ایسے نبی غیر تشریعی کہلاتے ہیں۔

ہمارے اور دوسرے مسلمان بھائیوں کا اس امر پر تو اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت تشریعی کلی طور پر بند ہے۔ اور حضور کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو قرآن مجید کو منسوخ کر کے نئی شریعت لائے لیکن ہمارے نزدیک ایسی نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں آپ کے فیض سے ہے وہ جاری ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے ایسی ہی نبوت کا دعویٰ فرمایا ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا۔ تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی شرف مکالمہ و مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔ کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے۔ مگر وہی جو پہلے اُمتی ہو"۔

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵)

پھر فرمایا:-

"یہ الزام جو مجھ پر لگایا جاتا ہے کہ گویا میں **ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے** مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا۔ اور جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا اور متابعت سے باہر جاتا ہوں یہ **الزام صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے**۔۔۔۔ جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہم کلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی خبریں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے مطابق نبی ہوں"۔ (مکتوب اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

خاتم النبیین کا مفہوم حضرت مرزا صاحب کی مندرجہ بالا تحریرات سے واضح ہوتا ہے کہ اس اُمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور متابعت کے نتیجہ میں نبی غیر تشریعی آسکتا ہے اور حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ ایسی نبی غیر تشریعی کا ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر آیت خاتم النبیین کے کیا معنے ہوئے۔ اس کا جواب مختصر طور پر یہ ہے کہ عربی زبان میں لفظ خاتم (ت کی زبر کیساتھ) مہر اور انگوٹھی کے معنوں میں آتا ہے۔ اور انگوٹھی زینت کے لئے اور مہر تصدیق کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ ان معنوں کی رو سے خاتم النبیین کا یہ مطلب ہوا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کے لئے زینت کا موجب ہیں۔ اور انبیاء کا سارا خاندان آپ کی ذات اقدس پر فخر کرتا ہے اور مہر تصدیق کے لئے ہوتی ہے ان معنوں سے آپ سب نبیوں کے مصدق ہیں اور اب کسی نبی کی نبوت اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتی جب تک کہ آپ کی مہر تصدیق اس کے ساتھ نہ ہو اور وہ آپ کی متابعت کرنیوالا نہ ہو۔

نیز عربی زبان میں لفظ خاتم جب جمع کے صیغے کی طرف مضاف ہو اور محل مدح میں ہو۔ تو اس کے معنے افضل اور ان کا سردار نہ کہ نبیوں کو بند کرنیوالا۔ جیسا کہ خاتم المحدثین۔ خاتم المفسرین۔ خاتم الاولیاء کے معنے محدثین اور مفسرین اور اولیاء میں سے افضل کے ہی ہوتے ہیں۔ نہ کہ محدثین مفسرین اور اولیاء کو ختم کرنیوالا۔ اور یہی معنے "شرح مواہب اللدنیہ" جلد ۱ صفحہ ۱۶۴ پر درج ہیں کہ معناہ احسن الانبیاء خَلقًا و خُلقًا لِانّہ صلی اللہ علیہ وسلم کالخاتم یُتجمّل بہ "کہ خاتم اگر ت کی زبر سے ہو تو اس کے معنے سب نبیوں سے اچھا بلحاظ صورت و سیرت کے کیونکہ آنحضرت تمام نبیوں کا جمال ہیں۔ انگوٹھی کی طرح جس سے خوبصورتی حاصل کی جاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خاتم النبیین کا مفہوم آیت خاتم النبیین ۵ھ میں نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ۹ھ میں فرزند ابراہیم پیدا ہوئے اور چند دن زندہ رہ کر فوت ہو گئے۔ ان کی وفات پر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا (ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۲۲۷) کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو ضرور نبی ہوتے۔ اس حدیث کی صحت کے بارہ میں "شہاب علی البیضاوی" میں لکھا ہے أَمَّا صِحَّةُ الْحَدِيثِ فَلَا شُبْهَةَ فِيهَا لِأَنَّهُ رواہ ابن ماجہ وغیرہ"۔ پس اگر خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ حضور کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہے تو حضور کو یہ فرمانا چاہیئے تھا کہ اگر ابراہیم زندہ بھی رہتے۔ تو ہرگز نبی نہ بنتے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے نبوت کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ مگر حضور ایسا نہیں فرماتے۔ معلوم ہوا۔ کہ حضور علیہ السلام کے نزدیک بھی اس اُمت میں نبوت کا مل جانا تو ممکن تھا۔ مگر حضرت ابراہیم کی وفات اس میں مانع ہوئی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ارشاد حضرت ام المومنین عائشہؓ جو قرآن مجید اور احادیث کو خوب سمجھنے والی تھیں فرماتی ہیں۔

"قُولُوا إِنَّهُ خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُولُوا لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ"۔ (در منثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴۔ تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵) کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تو کہو مگر یہ نہ کہو۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ چنانچہ امام محمد طاہر سندھی اپنی کتاب "تکملہ مجمع البحار" میں حضرت عائشہ کا یہ قول درج کر کے تحریر فرماتے ہیں:-

هٰذَا نَاظِرٌ إِلَىٰ نُزُولِ عِيسَىٰ وَهٰذَا أَيْضًا لَا يُنَافِي حَدِيثَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي لِأَنَّهُ أَرَادَ لَا نَبِيَّ يَنْسَخُ شَرْعَهُ" یعنی ام المومنین حضرت عائشہ کا یہ قول مسیح موعود نبی اللہ کی آمد کو مد نظر رکھ کر فرمایا گیا ہے۔ اور یہ حدیث نبوی لَا نَبِيَّ بَعْدِي کے مخالف نہیں کیونکہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا نبی نہ ہوگا جو حضورؐ کی شریعت کو منسوخ کردے۔

بزرگانِ دین کے اقوال

اب اس امر کے ثبوت میں کہ اس اُمت میں نبوت غیر تشریعی کا سلسلہ جاری ہے۔ اس اُمت محمدیہ کے بعض بزرگان اور اولیاء کے اقوال درج کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ

۱۔ حضرت ملا علی قاریؒ جو حنفی فرقہ کے ایک بڑے امام ہیں۔ وہ اپنی کتاب موضوعات کبیر صفحہ ۵۸، ۵۹ پر تحریر فرماتے ہیں۔ قُلْتُ مَعَ هٰذَا لَوْ عَاشَ إِبْرَاهِيمُ وَصَارَ نَبِيًّا وَكَذَا لَوْ صَارَ عُمَرُ نَبِيًّا لَكَانَا مِنْ أَتْبَاعِهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ فَلَا يُنَاقِضُ قَوْلَهُ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ إِذِ الْمَعْنَىٰ أَنَّهُ لَا يَأْتِي نَبِيٌّ يَنْسَخُ مِلَّتَهُ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ أُمَّتِهِ یعنی میں کہتا ہوں اس کے ساتھ اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین میں سے ہوتے۔۔۔ پس یہ آیت خاتم النبیین کے مخالف نہیں۔ کیونکہ خاتم النبیین کے یہ معنے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی اُمت سے نہ ہو۔

۲۔ **حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ** "الیواقیت والجواہر" جلد ۲ صفحہ ۴۲ میں تحریر فرماتے ہیں:- وَقَوْلُهُ صلی اللہ علیہ وسلم لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا رَسُولَ الْمُرَادُ بِهِ لَا مُشَرِّعَ بَعْدِي یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی تشریعی نبی نہ ہوگا۔

۳۔ **شیخ محی الدین صاحب ابن عربیؒ** نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں مختلف مقامات پر اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی ہے۔ چنانچہ جلد ۲ صفحہ ۳ میں فرماتے ہیں۔ إِنَّ النُّبُوَّةَ الَّتِي انْقَطَعَتْ بِوُجُودِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّمَا هِيَ نُبُوَّةُ التَّشْرِيعِ لَا مَقَامُهَا فَلَا شَرْعَ يَكُونُ نَاسِخًا لِشَرْعِهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَا يَزِيدُ فِي شَرْعِهِ حُكْمًا وَهٰذَا مَعْنَىٰ قَوْلِهِ صلی اللہ علیہ وسلم

(باقی صفحہ ۵ کالم ۲، ۳ پر ملاحظہ ہو)

فریضۂ حج اور جماعت احمدیہ

از مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے

بعض مقامات پر مودودیوں نے یہ پراپیگنڈا شروع کیا ہے کہ جماعت احمدیہ کے بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حج بیت اللہ منسوخ کر دیا تھا اور احمدی حج نہیں کرتے۔ ان کا ایسے اوچھے ہتھیاروں پر اُتر آنا اور جھوٹ جیسی پلید شے سے پرہیز نہ کرنا اس امر پر دال ہے۔ کہ وہ سمجھتے ہیں کہ دلائل کے میدان میں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔

ایک تو ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی اس بارہ میں کیا بتاتی ہے۔ دوسرے حضور کے زمانہ میں صحابہ کرام رض کا کیا عمل رہا۔ پھر حضور کی وفات (۱۹۰۸ء) سے اس وقت تک جبکہ پینتالیس سال گذر چکے ہیں جماعت احمدیہ کا مسلک کیا رہا ہے۔

حضور کی وحی میں یہ صاف طور پر ذکر ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور شاگرد ہیں (اس بارہ میں آپ کی وحی کا ذکر ایک الگ مضمون میں کر چکا ہوں) قرآن کریم پر عمل پیرا ہونے کا حضور کو ارشاد ذیل کی وحی میں ہوا:۔

(۱) الرحمٰن علّم القراٰن لتنذر ما انذر اٰباءھم ولتستبین سبیل المجرمین۔ قل انی اُمرت و انا اوّل المؤمنین۔ قل جاء الحق و زھق الباطل۔ ان الباطل کان زھوقا۔ کلّ برکۃٍ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتبارک من علّم و تعلّم۔" (تذکرہ ص۴۲ و ص۴۳)

(آئندہ بھی تمام حوالے اسی کتاب کے ہونگے) کہ خدائے رحمان نے تجھے قرآن سکھلایا تاکہ تو ان لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے۔ کہہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔ کہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل بھاگنے والا ہی تھا۔ ہر ایک برکت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے پس بڑا مبارک جس نے تعلیم دی اور جس نے تعلیم پائی۔

(۲) "لو کنت فظًا غلیظ القلب لانفضّوا من حولک۔ ولو انّ قراٰنا سُیّرت بہ الجبال" (تذکرہ ص۷۳)

کہ اگر تو سخت دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے نزدیک نہ آتے اور تجھ سے الگ ہو جاتے اگرچہ قرآنی معجزات ایسے دیکھتے جن سے پہاڑ جنبش میں آ جاتے۔

(۳) "قل انّما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انما الٰھکم اللہ واحد والخیر کلّہ فی القراٰن۔ لا یمسّہ الّا المطھّرون (ص $\frac{89}{90}$)

کہہ میں صرف تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں مجھ کو یہ وحی ہوتی ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی تمہارا معبود نہیں۔ وہی اکیلا معبود ہے اور تمام خیر اور بھلائی قرآن میں ہے۔ اور قرآنی حقائق صرف انہی لوگوں پر کھلتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف اور پاک کرتا ہے۔ (خفیف سے اختلاف الفاظ کے ساتھ یہی وحی ۱۸۹۲ء میں بھی ہوئی ص۲۳۶)

(۴) ص۱ کے الہامات میں قرآن شریف کو خدا کی کتاب کہا گیا ہے۔

(۵) "الخیر کلّہ فی القراٰن کتاب اللہ الرحمٰن (ص۱۰۱) تمام بھلائی قرآن میں ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ وہی اللہ جو رحمان ہے۔

(۶) یا یحییٰ خُذ الکتاب بقوّۃ (ص۱۲۶) کہ اے یحییٰ اس کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لے۔ اس وحی میں حضور کو حضرت یحییٰ کی طرح غیر تشریعی نبی قرار دیا گیا ہے۔ اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

(۷) "وادعُ عبادی الی الحقّ و بشّرھم بایّام اللہ وادعھم الیٰ کتاب مبین" (ص۲۱۷) کہ میرے بندوں کو حق کی طرف بلا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے (جلوہ نمائی کے) دنوں کی بشارت دے اور ایک روشن کتاب (قرآن مجید) کی طرف انہیں بلا۔

اسی طرح حضور کو اسلام کی اتباع کرنے دین اسلام اور شریعت قرآنیہ کو قائم کرنے اور مقام ابراہیم کے اختیار کرنے کے ارشادات ہوئے:۔

(۱) (الف) "یحی الدین و یقیم الشریعۃ" (ص۶۹) کہ آپ کا کام دین اسلام کا احیاء اور شریعت کا قیام ہے۔

(ب) "و یعلّمک اللہ من عندہٖ تقیم الشریعۃ و تُحیی الدین" (ص۲۱۸) کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی جناب سے علم بخشے گا۔ اور تُو شریعت کو قائم کرے گا۔ اور دین کو زندہ کرے گا۔

(ج) "اردت ان استخلف فخلقت اٰدم۔ سوّیتہ و نفخت فیہ من روحی۔ یقیم الشریعۃ و یحی الدین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صلّ علیٰ محمد و اٰل محمد سیّد وُلد اٰدم و خاتم النبیّین"۔ (ص $\frac{264}{265}$) میں نے ارادہ کیا کہ اپنا خلیفہ بناؤں تو میں نے آدم کو پیدا کیا۔ میں نے اس کو برابر کیا اور اپنی روح اس میں پھونکی۔ شریعت کو قائم کرے گا۔ اور دین کو زندہ کرے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محمد پر اور اس کے آل پر درود بھیج۔ وہ بنی آدم کا سردار اور خاتم الانبیاء ہے۔

(۲) محمد رسول اللہ والذین معہٗ اشدّاء علی الکفار رحماء بینھم رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ۔ متّع اللہ المسلمین ببرکاتھم فانظروا الیٰ اٰثار رحمۃ اللہ۔ وانبئونی من مثل ھؤلاء ان کنتم صٰدقین۔ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا لن یُقبل منہ و ھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا رسول ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت ہیں۔ یعنی کفار ان کے سامنے لاجواب اور عاجز ہیں اور ان کی حقانیت کی ہیبت کافروں کے دلوں پر مستولی ہے۔ اور وہ لوگ آپس میں رحم کرتے ہیں۔ وہ ایسے مرد ہیں کہ ان کو یادِ الٰہی سے نہ تجارت روک سکتی ہے اور نہ بیع مانع ہوتی ہے یعنی محبت الٰہیہ میں ایسا کمال تام رکھتے ہیں۔ کہ دنیوی مشغولیاں گو کیسی ہی کثرت سے پیش آویں ان کے حال میں خلل انداز نہیں ہو سکتیں۔ خدا تعالیٰ ان کے برکات سے مسلمانوں کو متمتع کرے گا۔ سو ان کا ظہور رحمت الٰہیہ کے آثار ہیں۔ سو ان آثار کو دیکھو اور اگر ان لوگوں کی کوئی نظیر تمہارے پاس ہے یعنی اگر تمہارے ہم مشربوں اور ہم مذہبوں میں سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں کہ اسی طرح تائیدات الٰہیہ سے مؤید ہوں۔ سو تم اگر سچے ہو تو ایسے لوگوں کو پیش کرو اور جو شخص بجز دین اسلام کے کسی اور دین کا خواہاں اور جویاں ہوگا وہ دین ہرگز اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرۃ میں زیاں کاروں میں ہوگا۔" (ص $\frac{93}{94}$)

(۳) (الف) "واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ۔ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّی۔ اور صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ مدد چاہو اور ابراہیم کے مقام سے نماز کی جگہ پکڑو۔" (ص۸۶)

(ب) ص۱۱۱ پر بھی یہ الہام درج ہے۔ "فاتخذوا من مقام ابراھیم مصلّی"

اب میں ذیل میں بطور مثال بعض ان احباب و بزرگان کے اسماء درج کرتا ہوں جنہوں نے بجالت احمدیت حج بیت اللہ کیا:۔

(۱) حضرت ام المومنین اعلی اللہ درجاتہا نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے حافظ احمد اللہ صاحب رض (صحابی) کے ذریعہ حج بدل کرایا۔ (۲) ۱۹۱۲ء میں حضور کے فرزند ارجمند امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے حج کیا۔ اور پھر بھی حج کا ارادہ رکھتے ہیں (۳ و ۴) آپ کے ہمراہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خسر حضرت میر ناصر نواب صاحب رض اور محی الدین صاحب عرب نے بھی حج کیا (حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور محی الدین صاحب عرب کے حج کا ذکر مکتوبات اصحاب احمد ص۳۳ پر شائع شدہ ہے) (۵) حاجی کریم بخش صاحب دار الفضل قادیان (۶) حاجی غلام احمد صاحب (صحابی) امیر جماعت کریام ضلع جالندھر (۷) خان صاحب منشی برکت علی صاحب (صحابی) حال جائنٹ ناظر بیت المال ربوہ ضلع جھنگ (۸) مولوی عبدالرحیم صاحب نیر (صحابی) مبلغ انگلستان و مغربی افریقہ (۹) حکیم فضل الرحمٰن صاحب جو مغربی افریقہ میں پچیس سال کے قریب بطور مبلغ رہے اب ربوہ میں انچارج لنگر خانہ ہیں (۱۰) مولوی محمد سلیم صاحب سابق مبلغ فلسطین حال رئیس التبلیغ کلکتہ (۱۱) سیٹھ شیخ حسن صاحب (صحابی) تاجر یادگیر دکن ۱۹۴۵ء میں حج کیا۔ مدینہ شریف میں ہی فوت ہو کر حضرت عثمان رض کے قدموں کے پاس دفن ہوئے۔ (۱۲ و ۱۳) ان کی اہلیہ محترمہ رسول بی بی صاحبہ اور ان کے داماد مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وکیل نے بھی ان کے ساتھ حج کیا (۱۴) حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی (صحابی) مدیر و مؤسس الحکم (۱۵) ملک نور الدین صاحب اوورسیر سابق معاون ناظر ضیافت قادیان (۱۶) مستری محمد موسیٰ صاحب (صحابی) تاجر نیلا گنبد لاہور (۱۷) حاجی بقاء اللہ صاحب تاجر بھوپال حال لاہور (۱۸) چوہدری غلام احمد خان صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ پاکپٹن ضلع منٹگمری (مغربی پنجاب) (۱۹) حکیم رحمت اللہ صاحب (صحابی) اسکنہ راہوں ضلع جالندھر (۲۰) مولوی عبد المنان صاحب عمر ایم۔اے خلف حضرت خلیفۃ المسیح اول رض نے ۱۹۵۱ء میں حج کیا۔ (۲۱) منشی محمد شمس الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ کلکتہ نے گذشتہ سال حج کیا (باقی صفحہ کالم ۳ پر)

بعض سوالات کے جوابات

از مکرم مولوی خورشید احمد صاحب جامعۃ المبشرین قادیان

(۲)

سوال - جو بھی اسلام کا منکر ہو۔ غلط پراپیگنڈا کرتا ہو۔ اس کو قتل کرنا چاہیئے۔ آپ (احمدی فاضل) کیوں نہیں مانتے؟

جواب - اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو یہ تعلیم دیتا ہے۔ دعویٰ بلا دلیل قابل قبول نہیں۔ یہ اعتراض اسلام اور بانیٔ اسلام کی تعلیمات کے صریح خلاف ہے۔ ہم احمدی مسلمان اس لئے نہیں مانتے۔ کہ یہ اسلام کی تعلیم نہیں۔ قرآن مجید میں صاف فرما دیا ہے۔ لا اکراہ فی الدین کہ دین کے بارے میں جبر جائز نہیں۔ اسلام امن صلح اور آشتی کا مذہب ہے۔ مسلمان کہتے ہی اُسے ہیں جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے انسانوں کو تکلیف نہ پہنچے۔ اسلام سے بڑھ کر رواداری سکھانے والا مذہب دوسرا کوئی نہیں۔ جو مذہب دوسروں پر تلوار روا رکھتا ہے۔ وہ مذہب ہرگز خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہو سکتا رسول مقبولؐ اور صحابہ نے اسلام کی صحیح تصویر کو پیش کیا ہے۔ آپ اور آپ کے صحابہ نے ان دشمنوں کو جو تلوار سے اسلام کو مٹانے آئے تھے اور قیدی بنتے تھے وہی کھلایا جو خود کھایا۔ وہی پہنایا جو خود پہنا۔ کہاں صحابہ کا یہ طرز عمل اور کہاں جبر کا قتل؟ اسلام غیروں کو تبلیغ کرتے ہوئے بھی نرم لہجہ اختیار کرنے کا حکم فرماتا ہے۔ قولا لینا یعنی نرم بات کہو۔ پھر فرمایا۔

"وجادلهم بالتي هي احسن"

کہ غیر مسلموں سے نہایت شائستہ اور سلجھے ہوئے احسن طریق سے گفتگو کرو۔ اصل بات یہ ہے کہ "کوئی راہ نزدیک تر راہِ محبت سے نہیں"

ہاں اسلام نے غیروں کے قتل اور مسلمانوں کے زندہ رہنے کی ایک ہی راہ تجویز کی ہے۔

ليهلك من هلك عن بينة ويحيي من حي عن بينة (انفال ع ۵)

یعنی جو ہلاک ہوا۔ وہ دلائل و بیّنات سے ہلاک ہوا۔ اور جو زندہ ہوا وہ بھی دلائل و بیّنات سے ہی زندہ ہوا۔ معترض صاحب اپنے ارد گرد بھی غیر مسلموں پر نگاہ ڈالیں اگر غیر کا قتل کرنا ہی اسلام ہوتا۔ تو دنیا میں کبھی بھی امن قائم نہ ہو سکتا۔ اور ایک بہت بڑا فساد کا دروازہ کھل جاتا۔ ایسے عقائد سے فساد عظیم پھیلتا ہے اور قرآن مجید کی تعلیم "لا تفسدوا فی الارض" کہ زمین میں فساد مت کرو مانع ہے کہ ہم ایسے عقائد رکھیں جن کو نہ تو مہذب دنیا کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

اسلام کی رو سے جبر کو بھی وہی حق حاصل ہے جو ایک مسلمان سماج میں اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اس صورت میں کیا غیر مسلم کا یہ حق نہیں۔ کہ وہ بھی ہر اس شخص کو قتل کرنے کا مجاز ٹھہرے۔ جو اس کے مذہب کو سچا نہیں مانتا۔ اور اس کے خلاف پروپیگنڈا کرتا ہے؟ ہم اپنے نوجوان بھائی کو یہی مشورہ دیتے ہیں کہ ایسے عقائد اسلام کے نہیں۔ بہتر ہے کہ وہ ان خیالات کو خیرباد کہتے اور مسلمانوں والے عقائد اختیار کرے۔ آگے اس کی اپنی مرضی ہے۔

سوال - ہم چودھویں صدی کے مجدد محمد رضا صاحب بریلوی کو (جو ابھی زندہ ہیں) مانتے ہیں تو پھر آپ بار بار کیوں کہتے ہیں کہ اس صدی کا مجدد کون ہے؟

جواب - آپ نے کن قرائن کی بنا پر محمد رضا صاحب بریلوی کو مجدد مانا؟ حالانکہ نہ اُن کا دعویٰ مجددیت دنیا کے سامنے شائع ہوا نہ تائیدات الٰہیہ نے اس کے مجدد ہونے کی تائید کی۔ اگر اسی طرح بغیر دعویٰ و دلیل اور تائیدات سماویہ کے کسی کو محض اپنے ہی تصورات سے مجدد جھوٹا نبی یا رسول یا خدا ہی مان لیا جائے۔ تو سچے اور جھوٹے کا امتیاز مٹ جائے۔ آپ نے محمد رضا کو مجدد مان لیا۔ بعض نے رشید احمد گنگوہی کو۔ بعض نے سر سید احمد خان صاحب کو بعض نے کسی اور کو اس زمانہ کا مصلح قرار دیا۔ اگر اسی طرح بغیر دعویٰ و دلیل کے کسی کو قبول کر کے سچائی کو چھوڑا جا سکتا ہے۔ تو اس پجاری کی بات کیوں قابل قبول نہیں جو پتھر کی مورتی کو نہلا دھلا کر سجدات کرتا اور عقیدہ رکھتا ہے کہ یہی قادر مطلق خدا ہے؟

مامور من اللہ کے لئے لازمی اور لابدی امر یہ ہے کہ وہ اپنے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ عام طور پر شائع کرے (۲) اس سے خدا تعالیٰ اکثرت سے کلام کرتا ہو۔ اور وہ مامور معین رنگ میں اپنے الہامات کو دنیا کے سامنے پیش کرے۔ پھر خدا تعالیٰ کی عملی تائیدات اس مامور کے شامل حال ہوں۔

یہ ساری باتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں پائی جاتی ہیں۔ اور جو آپ کے مقابل میں آیا ناکام رہا۔ آپ فرماتے ہیں:-

"کچھ تو انصاف کرو۔ اور خدا سے ڈرو۔ کیا خدا تعالیٰ کسی جھوٹے کی بھی ایسی تائید کیا کرتا ہے عجیب بات ہے کہ جو میرے مقابلہ میں آیا۔ وہ ناکام اور نامراد مرا۔ اور مجھے جس آفت اور مصیبت میں مخالفین نے ڈالا۔ میں اس میں سے صحیح و سلامت اور بامراد نکلا پھر کوئی قسم کھا کر بتا دے کہ جھوٹوں کے ساتھ بھی معاملہ ہوا کرتا ہے؟" (پیغام امام ص ۲۶)

"اگر حضرت مسیح موعود چودھویں صدی کے مجدد نہیں ہیں تو اس صدی کے سچے مجدد کو میدان میں آکر دعویٰ کرنا نہایت ضروری تھا۔ کیونکہ بقول مخالفین سچا اُمت محمدیہ کو جھوٹے کے پنجہ سے چھڑاتا۔ حضرت مسیح موعود نے ایسے مدعی کو یوں الفاظ للکارا:-

"ہائے یہ قوم نہیں سوچتی کہ اگر یہ کاروبار خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھا۔ تو کیوں عین صدی کے سر پر اس کی بنیاد ڈالی گئی۔ اور پھر کوئی بتلا نہ سکا۔ کہ تم جھوٹے ہو۔ اور فلاں سچا آدمی ہے۔ (ضمیمہ اربعین نمبر ۳ و ۴ ص ۳)

۲- "افسوس ان لوگوں کی حالتوں پر ان لوگوں نے خدا اور رسول کے فرمودہ کی کچھ بھی عزت نہ کی۔ اور صدی پر بھی سترہ برس گذر گئے۔ مگر ان کا مجدد اب تک کسی غار میں چھپا بیٹھا ہے۔" (اربعین نمبر ۳ ص ۱۲)

حدیث شریف کی رُو سے چودھویں صدی کے مجدد کو صدی کے آغاز میں آنا چاہیئے تھا۔ مگر کتنا افسوس ہے ایسے مجدد پر جسے خدا تعالیٰ اُمت محمدیہ کو گمراہی سے بچانے کے لئے اپنے ہاتھ سے برپا کرے۔ اور وہ یوں صدی گونگے کی طرح چپ چاپ دن کاٹتا رہے۔ ایسے مجدد کو اس کی خاموشی الساکت عن الحق شیطان اخرس "گونگا شیطان قرار دیتی ہے"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجام آتھم میں نامی علماء اور سجادہ نشینوں کو اپنی صداقت کے بارے دعوت مباہلہ دی ہے۔ سجادہ نشینوں کے ناموں میں سب سے پہلا نام بریلی والوں کا ہے۔ یعنی نظام الدین صاحب سجادہ نشین نیاز احمد صاحب بریلی"۔

بریلی والوں پر اتمام حجت ہو چکی۔ اگر وہ چودھویں صدی کے سچے مامور من اللہ ہیں۔ تو ان کا فرض ہے کہ وہ دنیا کے سامنے اپنا دعوے پیش کریں۔ تاکہ وہ خدائی فرائض کو ادا کرنے والے ہوں۔ اور جماعت احمدیہ کے ایک ممبر سیٹھ عبداللہ الہ دین سے بیس ہزار روپیہ بھی وصول کریں۔ کیونکہ انہوں نے بیس ہزار روپیہ کا چیلنج ایسے لوگوں کے لئے دے رکھا ہے۔

"ایسے لوگوں کو ہم نے چیلنج دیا ہے۔ کہ اگر حضرت مرزا صاحب اس صدی کے مجدد نہیں ہیں تو اُن کی نظر میں اس ربانی منصب کا جو سچا مدعی ہو۔ اس کو پبلک میں پیش کرو۔ ہم بیس ہزار روپیہ دینے کو تیار ہیں"۔ (اشتہار مذکور)

چودھویں صدی کے شروع سے لے کر آج تک کوئی بھی حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد دوران کے علاوہ میدان میں نہ آیا۔ اور بھلا کون جھوٹا خدا سے لڑنے کو تیار ہوگا۔ پس مقام غور ہے۔ ہر ایک منصف کو اپنی عاقبت پر غور کرنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خوب فرمایا ہے۔

اے قوم کبر آمدہ اے حامیانِ دیں
سوچو کہ کیوں خدا تمہیں دیتا مدد نہیں
تم میں نہ رحم ہے نہ عدالت نہ اتقا
پس اس سبب سے ساتھ تمہارے نہیں خدا
جڑھ ہے ہر ایک خیر و سعادت کی اتقا
جس کی یہ جڑھ رہی ہے عمل اس کا سب رہا

فریضۂ حج اور جماعت احمدیہ بقیہ صفحہ

(۲۲ تا ۲۴) بانڈی پورہ (کشمیر) کے تاجر و زمیندار خواجہ عبدالغنی صاحب ڈار، حاجی عبداللہ جو صاحب حاجی عبدالغفار صاحب تینوں بھائیوں نے حج کیا (۲۵) چوہدری نصر اللہ خان صاحب والد چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب۔ (۲۶) خواجہ عمر ڈار صاحب سکنہ آسنور کشمیر۔ درخرہم قادیان کی موجودہ بالغ کی قلیل آبادی میں چار حاجی تھے ان میں سے حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب (صحابی) جو قریباً ساٹھ سال قبل سکھوں سے احمدی ہوئے تھے۔ گذشتہ سال بوجہ علالت ربوہ چلے گئے بقیہ تین کے اسماء درج ذیل ہیں۔ (۱) حاجی محمد الدین صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ تہال ضلع گجرات۔ (۲) حاجی فضل احمد صاحب اصل سکونت ریاست کپورتھلہ (۳) حاجی ممتاز علی خان جو مسلمانوں کے مشہور لیڈر مولانا محمد علی صاحب جوہر اور مولانا شوکت علی صاحب کے سگے برادر زادہ ہیں۔

قادیان کے ایک دوست بابا بھاگ صاحب قادیانی کو ان کے بیٹے کی وفات سے گذشتہ سال ترکہ ملا جس سے ان پر حج واجب ہوا۔ وہ بھی ارادہ رکھتے ہیں بشرطیکہ بڑھاپا روک نہ ثابت ہوا۔

تقسیم ملک سے قبل خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب سابق امام مسجد لندن و بعدہٗ ناظر بیت المال قادیان (حال ربوہ) سالہا سال حکومت کی طرف سے مقررہ حج کمیٹی کے ممبر تھے اور اس کے اجلاسات میں شامل ہوتے تھے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قریب کے عرصہ میں جہاں نمازوں کی باقاعدگی۔ صداقت شعاری۔ خدمت خلق وغیرہ امور کے متعلق جماعت کو تلقین کی ہے۔ وہاں ۵ رمئی کے خطبہ کے ذریعہ حج کے متعلق بھی تلقین فرمائی ہے۔ اور یہ خطبہ روزنامہ المصلح کراچی میں ۲۶ رجون کے پرچہ میں اور ہفت روزہ بدر قادیان میں ۷ رجولائی ۱۹۵۲ء کے پرچہ میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

جناب سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی اور مسئلہ ختم نبوت

(۱)

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ بہار

جناب سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی نے سکول اور کالج کے طلباء کے لئے ایک رسالہ "دینیات" لکھا ہے۔ اس کتاب میں علامہ موصوف نے اپنے بیان کے مطابق دینی مبادیات کا سلیس اور نئے پیرایہ میں ذکر کیا گیا ہے تاکہ سکول اور کالج کے طلباء اسلامی عقائد آسانی سے یاد کر سکیں۔ یہ کتاب کہیں کہیں داخل نصاب بھی ہو گئی ہے۔

اس کتاب کے پہلے باب میں انہوں نے حقیقت نبوت پر بحث کی ہے۔ اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے ایک جگہ خاتم النبیین کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے۔

یعنی سلسلۂ نبوت کو ختم کر دینے والا۔ اب دنیا کو کسی دوسرے نبی کی ضرورت نہیں۔

جناب مولینا صاحب موصوف نے خاتم النبیین کی جن دو جملوں میں تشریح کی ہے اگر انسان خالی الذہن ہو کر غور کرے تو اسکو ان دونوں فقروں میں تضاد نظر آئے گا۔ یعنی پہلے جملے میں جس شے کی نفی کی گئی ہے۔ دوسرے میں اسی کا اثبات کیا گیا ہے۔ پہلے فقرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس دن آیت خاتم النبیین نازل ہوئی۔ اسی دن خدا نے سلسلۂ نبوت کے خاتمہ کا اعلان کر دیا۔ اور دنیا کو اپنے اس فیصلہ سے آگاہ کیا۔ کہ وہ سلسلۂ نبوت جو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے شروع ہوا تھا۔ آج سے بالکل معطل کر دیا گیا۔ اس صورت میں دوسرا جملہ یوں ہونا چاہیئے تھا کہ اب دنیا کو کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ "دوسرے" کا لفظ جو جناب مودودی صاحب نے اپنی طرف سے اضافہ فرمایا ہے۔ بالکل بے محل ہے۔

یہ کتنی موٹی سی بات ہے کہ جس دن کسی منصب کے خاتمہ کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ اس دن سے کوئی شخص اس عہدہ پر فائز نہیں ہو سکتا ہم یہ بات یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ ایک مدت سے ہمارے شہر میں ڈی۔سی کا عہدہ چلا آرہا ہے شہر کا نظم و نسق انہیں کے ہاتھوں میں ہے۔

اگر آج حکومت کا کوئی ذمہ دار رکن یہ اعلان کر دے کہ آج سے حکومت نے ڈی سی کا عہدہ اُٹھا دیا۔ اب کسی کو یہ منصب نہیں دیا جائے گا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد وہی شخص قوم کے سامنے نمودار ہو اور کہنے لگے کہ میں تم لوگوں کا ڈی۔سی ہوں۔ شہر کا نظم و نسق برقرار رکھنا میرا کام ہے تو اہل شہر یہ بات سنکر کس قدر حیرت زدہ ہوں گے۔ اور اس کو نشہ باز آدمی سمجھ کر گرفتار کرانے میں کیا چستی دکھائیں گے۔ اس وقت جس سے پوچھا جائے گا وہ یہی کہے گا کہ یہ ایک ایسا مجرم انسان ہے کہ اس نے خود اپنے منہ سے اعلان کیا کہ فلاں تاریخ سے ڈی۔سی کا عہدہ اُٹھا دیا گیا۔ لیکن آج اپنے کو اس شہر کا ڈی۔سی ظاہر کرتا ہے۔ اس شخص کے قول میں تضاد پایا جاتا ہے۔ اس نے آج ہم کو دھوکہ دیا ہے۔ یا پہلے دھوکہ دیا تھا۔

بس یہی حال اس شخص کا ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلسلۂ نبوت کا ختم کر دینے والا بھی مانتا ہے۔ پھر آپ کی طرف سے وکالت کرتا ہوا آپ کے عہد نبوت کو قیامت تک ممتد بھی بتاتا ہے۔

یا یوں سمجھو کہ ہندوستانی مجلس آئین ساز نے ۲۶ر جنوری ۱۹۴۹ء کو گورنر جنرل کا عہدہ منسوخ کر دیا اور اس کی جگہ پریذیڈنٹ کا منصب مقرر کیا۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد کوئی شخص ہندوستان کا گورنر جنرل نہیں کہلا سکتا۔ اور جب کوئی اس کی وجہ پوچھے گا تو یہی کہا جائے گا۔ کہ گورنر جنرل کا منصب جو ایک مدت سے چلا آرہا تھا۔ ہندوستانی مجلس آئین ساز نے ۲۶ر جنوری ۱۹۴۹ء کو یہ عہدہ اُٹھا دیا۔ اب کسی کو یہ کرسی نہیں دی جائے گی۔ شری راج گوپال آچاریہ جی جو ہندوستان کے آخری گورنر جنرل تھے۔ انہیں پر اس گورنری کا منصب ختم کر دیا گیا۔ اس طرح ان کی تعریف میں یہ کہنا درست ہو گا کہ "سلسلہ گورنری کا ختم کر دینے والا" ۲۶ر جنوری ۱۹۴۹ء کے بعد خود انہیں بھی گورنر جنرل آف انڈیا کہنا خلاف قانون ہو گا۔ اگر کوئی شخص اس کے بعد بھی شری راج گوپال آچاریہ جی کو ہندوستان کا گورنر جنرل قرار دے تو اہل ہند کو کتنا تعجب ہو گا۔ وہ کیا کیا قیاس آرائیاں کریں گے۔ اور اخبارات و رسائل میں کیسے کیسے مضامین بھیجیں گے۔

جناب سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی نے بھی مسئلہ ختم نبوت بیان کرتے ہوئے یہی صورت پیدا کر دی ہے۔ پہلے تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو "سلسلۂ نبوت کا ختم کر دینے والا" قرار دیا۔ اور آپ کی زبانی خدا کے اس نئے فیصلہ کا اعلان کرایا کہ اب سلسلۂ نبوت بند کر دیا گیا۔ پھر عہد نبوت قیامت تک دراز بھی مانا۔ حالانکہ ان کے نظریہ کے مطابق جس دن آیت خاتم النبیین نازل ہوئی۔ اسی دن اس نئے قانون کے نفاذ کا اعلان کیا گیا۔ غالبًا بہائیوں نے اسی تعریف ختم نبوت کے مد نظر یہ کہا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک دور نبوت تھا۔ اب بہاء اللہ کے ظہور سے "دور الوہیت" شروع ہو گیا۔ خاتم النبیین کی مذکورہ بالا تفسیر کی روشنی میں اس جدت کا پیدا ہونا ضروری تھا۔ سلسلۂ نبوت کے خاتمہ کا اعلان سننے کے بعد طبعًا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اب اس کی جگہ کون سا سلسلہ جاری کیا جائے گا۔ اس کے دو ہی جواب ہو سکتے ہیں۔ یا یہ کہہ دیا جائے کہ یہ سلسلہ زائد از ضرورت تھا لہذا بند کر دیا گیا۔ یا یہ کہا جائے کہ اب اللہ تعالےٰ دنیا کو سلسلۂ نبوت سے زیادہ بابرکت سلسلہ دینے والا ہے۔ اور وہ "سلسلۂ الوہیت" ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ مقام نبوت کے بعد ارتقاء الوہیت ہی شروع ہوتا ہے۔ غالبًا بہائیوں نے پچھلا جواب زیادہ پسند کیا اور "دور الوہیت" کے اجراء کا اعلان کر دیا۔

اگرچہ مولینا صاحب موصوف نے خاتم النبیین کا جن الفاظ میں ترجمہ کیا ہے۔ ان کے مطابق ہر نبی کا عہد نبوت ختم ہو جانا چاہیئے خواہ وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہوں یا سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم لیکن یہ خیال بداہۃً باطل ہے اور خود ان کے عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنی طرف سے دوسرے نبی کی قید لگائی۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے نبی کی آمد کو محال قرار دیا۔ اور اس کی وجہ اسی "رسالہ دینیات" میں یہ بتائی گئی کہ ایک نبی کے بعد دوسرے نبی کے آنے کی صرف تین وجہیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) یا تو پہلے پیغمبر کی تعلیم و ہدایت مٹ گئی ہو۔ اور اس کو پھر زندہ کرنے کی ضرورت ہو۔

(۲) یا پہلے پیغمبر کی تعلیم مکمل نہ ہو۔ اور اس میں ترمیم و اضافہ کی ضرورت ہو۔

(۳) یا پہلے پیغمبر کی تعلیم ایک خاص قوم تک محدود ہو۔ اور دوسری قوم یا قوموں کے لئے ایک دوسرے پیغمبر کی ضرورت ہو۔

اس کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ اب تینوں وجہیں باقی نہیں۔ لہذا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی دوسرا پیغمبر نہیں آسکتا۔

نہیں معلوم کہ جناب مودودی صاحب نے پہلی وجہ سے کیا مراد لی ہے۔ اگر وہ اس کا مفہوم یہ لیتے ہوں کہ انسان کے دل سے تعلیم و ہدایت کی عظمت مٹ گئی ہو اور پھر اسے زندہ کرنے کی ضرورت ہو تو مشاہدہ شاہد ہے کہ یہ ضرورت پیدا ہو گئی ہے اور ایسے نمایاں طور پر ظاہر ہوئی ہے کہ اس کی مثال حضرت نوح سے لے کر عہد عیسےٰ تک کی تاریخ بھی پیش نہیں کر سکتی۔

اور اگر وہ اس وجہ کی تشریح کسی اور مفہوم سے کرتے ہوں تو پھر ان کی بیان کردہ تینوں وجوہ جامع اور مانع ثابت نہیں ہوتیں۔ اور اس صورت میں ارخاء عنان کے طور پر زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکیں گے کہ یہ تعلیم الکتاب والحکمۃ کی تین شقیں ہیں۔ لیکن بعثتِ انبیاء کی غرض صرف تعلیم کتاب و حکمت ہی نہیں۔ ان کے ظہور کی ایک غرض "تزکیہ نفس" بھی ہے۔ پہلی صورت اگر مرتبۂ علم کی ہے تو دوسری مرتبۂ عمل کی۔ اور قرآن کریم و احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جب انسان مرتبۂ عمل سے گر جاتا ہے تو اسے ایک ایسے نبی کی ضرورت پیش آتی ہے جو اس دوبارہ قوت عمل پیدا کر دے۔ اسی لئے روایات و آثار میں اُمت محمدیہ کو بھی ایک نبی کی بشارت دی گئی ہے۔ اور ان کی بعثت کی غرض "تزکیہ نفس" ہی بتائی گئی ہے۔ اور فرمایا گیا ہے کہ ان کے مسیحی نفس سے گنہگاروں پر موت وارد ہو گی اور نیکوں کو نئی زندگی ملے گی۔

اور یہ ایک ایسی مسلم حقیقت ہے کہ جب مولینا صاحب موصوف کی بعض دوسری تصانیف کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو ان کی اندرونی شہادتوں سے بھی اس کی تائید مل جاتی ہے۔

ان کے منتخب مضامین کا ایک مجموعہ جس کو "رسائل و مسائل" کا نام دیا گیا ہے۔ اس میں اُنہوں نے ایک استفادہ کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ برحق ہے۔ اور حدیث نزول ابن مریم بھی درست ہے پھر ان کی مایۂ ناز تفسیر "تفہیم القرآن" زیر آیت "یٰعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی" سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔ (باقی)

نہ یہ مسلمان ہیں۔ نہ وہ ہندو تھے!

از جناب ابو ظفر سید ارشد علی صاحب لکھنوی

بُغض و عداوت اور کسی فرقہ پرست جماعت کی تنگِ انسانیت دشمنی جب کچھ لوگوں کو ایسا اندھا کر دے کہ اُن کا مغضوب انجام جاننے والوں کو اُن پر ترس آنے کی بجائے شرم و ندامت محسوس ہو تو سمجھ لیجئے کہ خدا کی بے گناہ مخلوق پر ان خدا کے بھولے ہوئے لوگوں نے جو لرزہ خیز مظالم ڈھائے ہیں وہ نتیجے کے لحاظ سے کتنے عبرت ناک ہیں۔ آجکل کی متوالی آزادی اور "بھرپور" روشنی کے زمانہ میں پاکستان میں کم تعداد اور بے بس احمدیوں کی حیا سوز دشمنی میں "جماعت اسلامی اور احرار" نے درندگی اور بربریت کے جو شرمناک مظاہرے کئے ہیں۔ اُن ملعون حالات کو آئندہ غیر تو غیر خود پاکستان ہی کے مورخین جب تحریر میں لائیں گے۔ تو ان کی مذہبی اور اخلاقی حیثیت کیا ہوگی۔ غضب خدا کا دن دہاڑے اور ایک اسلامی سلطنت کی حکومت میں ایک سرفروش خدمتِ اسلام کرنے والی جماعت احمدیہ پر بے پناہ مظالم۔ جن کے تصور سے انسانیت کی روح پناہ مانگتی ہے!!

احمدیوں پر طعن | دہلی کے ایک غیر مسلم اخبار نے پاکستان میں احمدیوں پر مظالم کے سلسلے میں اشارۃً یہ طعن کی ہے۔ کہ اُنہیں یہ پاکستان بنانے کا اچھا صلہ ملا ہے اور نعوذ باللہ اسلام کی تو تعلیم ہی یہی ہے کہ کمزوروں کو مار دو۔ کسی نے سچ کہا کہ انسان دشمنی میں عقل و صداقت اور انصاف سے بھی بری طرح آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ کسی جماعت یا کسی فرد کی مصیبت پر شادیانے بجانا۔ یہ کسی ایسے انسان کا کام نہیں ہو سکتا جس کے دل میں انسانیت کی رائی کے دانہ کے برابر بھی قدر رہے۔ اخبار مذکور کی سنگ دلی کا تو ہمیں گلہ نہیں۔ لیکن یہ ضرور افسوس ہے کہ جو لوگ ایک اخبار کے ایڈیٹر ہوتے ہوئے بھی اپنی بے خبری اور محض تعصب کی وجہ سے ایک ایسی بات لکھ دیں جس کا کوئی سر پیر ہی نہ ہو ان کی غفلت پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ملک کی تقسیم یا اس قسم کے مجموعوں کا دار و مدار تو اکثریت کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ اور دیش کا کانسٹیٹیوشن صرف اکثریت کے کرتا دھرتا ہی بناتے ہیں۔ بچاری اقلیتوں سے کیا واسطہ۔ اور پھر اقلیت بھی ایک ایسی اقلیت جس کا شمار آٹے میں نمک کے برابر بھی نہ ہو۔ آپ ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر انصاف سے کہیئے کہ یہ پاکستان اور ہندوستان کا گورکھ دھندا جناب نے بنایا ہے یا صرف احمدیوں نے۔ کون نہیں جانتا کہ جماعت احمدیہ ایک خالص مذہبی جماعت ہے۔ اس کا نصب العین سیاست نہیں۔ اس حقیقت سے آگاہ ہوتے ہوئے بھی ہماری مصیبت کے وقت میں ہماری دلآزاری کرنا کیا صحافتِ اعلیٰ کا یہی مفہوم ہے۔ یہ تو آپ کی پہلی بات کا جواب ہے۔ آپ کی دوسری بات جو پہلی سے بہت زیادہ تلخ اور دلآزار ہے۔ اس کے متعلق میں آپ کو بہت کھلے ہوئے الفاظ میں بتاتا ہوں کہ دین اسلام میں سختی ہرگز جائز نہیں۔ اسلام کی اس بے بہا تعلیم سے آنکھوں والے ہندو مہاپُرش بھی خوب اچھی طرح آگاہ ہیں۔ اور اُنہوں نے اس غلطی بے بنیاد اور قابلِ افسوس دل آزاری کی بڑے زور دار الفاظ میں خلاف تردید کی ہے۔ کہ نعوذ باللہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ پاکستان کے بعض سرپھرے لوگوں نے اگر اپنی جہالت کی وجہ سے احمدیوں پر مظالم کئے۔ تو اس میں تعلیم اسلام کا کیا قصور ہے۔ ایسے بھیانک واقعات مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہندوؤں میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن باایں ہمہ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہندوؤں کی تعلیم ہی یہ ہے۔ کہ تم اپنے مخالفوں کو تیل کے کھولتے ہوئے کڑاہوں میں ڈال دو۔ کیا ہندوستان میں ہندوؤں کی طرف سے ہندوؤں پر اس سے بہت زیادہ اتیاچار کئے جانے بتائے نہیں جاتے۔ اُن سینکڑوں دل ہلا دینے والے واقعات میں سے اس وقت میں صرف دو واقعات آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ یہ واقعات بھی خود ہندوؤں کی زبانی بیان کئے جاتے ہیں:-

ہندوؤں کے جینیوں پر مظالم | پنڈت شیوبرت لعل صاحب ایم۔اے۔ فرماتے ہیں:-

"میں بہ حیثیت ہندو شرم کے ساتھ اقرار کرتا ہوں کہ ہندوؤں نے جین دھرم ماننے والوں کے ساتھ ایسا کمینہ اور ذلیل برتاؤ کیا ہے۔ جو شاید وحشی سے وحشی انسان نے دوسرے انسان کے ساتھ کبھی نہ کیا ہوگا۔ ادر کس بات پر دو تین باتیں ہیں۔ اول یگیہ میں جانوروں کی قربانی نہ کی جائے بلکہ رحم کے اصول کی پابندی ہو۔ دوسرے ایشور کو سمجھ بوجھ کر مانا جاوے کہ وہ حیوانوں کے خون کا پیاسا نہیں ہے۔ مخالف فریق (برہمن) انہیں باتوں کی وجہ سے ناراض ہو گیا۔ اگر وہ برہمن جو پہلے حیوانوں کو ہی ایشور کے نام یگیہ کی ویدوں میں قتل کر کے ان کے بھنے ہوئے گوشت پوست کو چٹ کرنے کا عادی تھا۔ تو اب اس نے زبردستی بے انصافی کے جذبہ کے زیر اثر اپنے ہمدرد آہنسک معصوم اور بے خطا جینی بھائیوں کو بھی تیل کے کھولتے ہوئے کڑاہوں میں ڈال کر بھسم کر دیا۔"

(جین دھرم صفحہ ۲۵)

یہ تو ہندوؤں کی تاریخ کا ایک پرانا دردناک واقعہ ہے۔ لیکن ابھی تھوڑے دنوں کی بات ہے کہ بھارت کے سناتن دھرمی ہندوؤں نے بانئے آریہ سماج سوامی دیانند صاحب کے ساتھ جو سلوک روا رکھا اس میں سے بخوف طوالت صرف ایک واقعہ آپ کی سیوا میں پیش کرتا ہوں مسٹر چونی لال ایم۔اے بیرسٹر ایٹ لاء تحریر فرماتے ہیں:-

"جن جماعتوں اور ہمدرد دوستوں نے مہرشی (دیانند) کو پرچار میں خاص مدد دی۔ ان کی نسبت عام آریہ سماجیوں کی واقفیت بہت کم ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ویدک دھرم کے پرچار میں پرانکوں (ہندوؤں) کی طرف سے آریہ سماج کے بانی کا اینٹ اور پتھر سے سنکار (خیر مقدم) کیا جاتا تھا۔ اور جن لوگوں کی اُنتی (ترقی) کیواسطے اُنہوں نے ہر طرح کے کشٹ (مصائب) سہے۔ اُنہیں لوگوں نے مہرشی پر کئی بار شستر (ہتھیاروں) سے حملے کئے۔ اور زہر دی۔ مگر بہت تھوڑے آدمی جانتے ہیں کہ اسلام کا کھنڈن (رد) کرنے کے باوجود اہل اسلام رشی دیانند کو ایک خاص عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ سوائے آریوں کے جو سوامی جی کے پیرو بن گئے تھے۔ اگر کسی غیر مذاہب والوں نے اُن کے پرچار میں کوئی سہولت پیدا کی تو وہ اہلِ اسلام تھے۔ اگرچہ اس وقت میری خواہش نہیں ہے کہ میں اُن تمام مسلمان دوستوں کا ذکر کروں جنہوں نے پرچار میں خاص مدد دی۔ مگر میں اُن میں سے دو تین مہربانوں کا ذکر ضرور کرنا چاہتا ہوں۔ مہرشی کا سب سے پہلا بڑا مباحثہ قنوج شہر میں ہوا۔ اُس وقت قنوج شہر کے تحصیلدار سید محمد نامی ایک مسلمان تھے۔ جنہوں نے سوامی جی کی حسب خواہش جلسہ کا انتظام کیا اور جب رشی دیانند کو اس جگہ زہر دی گئی۔ اُس وقت یہی شخص تھے جنہوں نے پریتنا (کوشش) کی کہ اگر اجازت ہو تو (ہتیارے) پاپی کو قید کرایا جائے۔ جب مہرشی ۱۸۷۲ء میں بنارس پرچار کرنے گئے۔ سرسید احمد خاں وہاں کے سب جج تھے۔ اور سوامی جی کے لیکچروں کا پربندھ (انتظام) سید صاحب کے مکان پر ہی کیا گیا۔ اور یہ اُنہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ باوجود اس کے کہ رشی نے اپنی کھنڈن کی پالیسی کو بدستور جاری رکھا تھا۔ اس دفعہ پرچار میں اُن کو کسی قسم کی دقت پیش نہ آئی۔ جب اس کے چار سال بعد ۱۸۷۸ء میں مہرشی دیانند علی گڑھ گئے اُس وقت سرسید احمد خاں بھی وہیں تھے اور اُنہوں نے سوامی جی کی تشریف آوری پر ایک بھاری جلسہ کیا۔ جس میں ہر مذہب کے لائق آدمیوں کو مدعو کیا۔ جب رشی لاہور میں تشریف لائے۔ تو اُن کے پہلے لیکچر برہمو سماج میں کروائے گئے۔ جب دھرم کے انویائیوں (پیروؤں) نے دیکھا کہ یا تو وہ ویدوں کی تعریف کرتے اور ویدوں کو ایشور کرت (الہامی) مانتے ہیں۔ ان کو برہمو سماج میں اُپدیش دینے سے روک دیا گیا۔ سوامی جی رتن چند کے باغ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اور یہاں پر پورانک (ہندو) پنڈتوں نے کوشش کر کے اُنہیں اُٹھا دیا اس حالت میں جبکہ مہرشی کے پاس ٹھہرنے کا مکان نہ تھا۔ اور کوئی پرچار کے لئے جگہ نہ تھی ڈاکٹر رحیم خاں صاحب نے اپنی کوٹھی جو انارکلی میں واقع تھی باوجود اس علم کے کہ سوامی اسلام کا کھنڈن کرتے ہیں۔ اُن کے حوالہ کر دی۔ اس کوٹھی میں آریہ سماج لاہور کی بنیاد رکھی گئی۔ سب سے پہلا اور مشہور مباحثہ چاند پور میں ہوا اسلام کی طرف سے مولوی محمد قاسم جو دیوبند کے پرنسپل اور عربی زبان کے بڑے فاضل تھے شامل جلسہ ہوئے مباحثہ لگاتار نو گھنٹے تک ہوتا رہا۔ جب ہم اس شانتی (امن و امان) اور نمرتا (بردباری) کا جس کے ساتھ سب اہل جلسہ آپس میں ملتے تھے۔ کاشی کے مباحثہ جو ہندوؤں سے ہوا تھا۔ کے دنگہ فساد کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں تو ہم کو ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ پرانکوں (ہندوؤں) اور مسلمانوں کے سلوک میں کتنا زمین و آسمان کا فرق تھا۔ کہ وہ صرف اُپدیش دیتے

آخری زمانہ میں آنیوالا مسیح محمدی ہے نہ کہ مسیح اسرائیلی

(۲)

از منشی محمد سلطان صاحب بھیر دی درویش قادیان

اس سے پہلے بدر کے پرچہ میں لکھا جا چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تمام رسولوں سے افضل۔ زندہ اور آخری رسول ہیں۔ اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر ماننے اور آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہو کر تمام دنیا کی بگڑی ہوئی قوموں کی اصلاح کرنے کا عقیدہ رکھنے سے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعوذ باللہ سخت ہتک ہوتی ہے۔ اب اس مضمون میں یہ ثابت کیا جائے گا کہ آخری زمانہ میں تمام دنیا کی قوموں کی اصلاح کر کے اُن کو راہِ راست پر لانے کے لیے جس مسیح کا آنا مقدر تھا وہ مسیح اسی اُمت محمدیہ میں سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی برکت سے آنحضرت صلعم کے بروزِ کامل ہو کر آنا تھا۔ گویا بروزِ کامل کا آنا حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی بعثت ثانیہ کے طور پر تشریف فرما ہونا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کے اندر پارہ ۲۸ سورۂ جمعہ میں اللہ تعالےٰ حضرت سرورِ کائنات صلعم کی دو بعثتوں کا ذکر فرماتا ہے وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کہ آخری زمانہ میں جب دنیا کی تمام قومیں حد درجہ بگڑ جائیں گی۔ تو اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی بروزی رنگ میں پھر دوبارہ دنیا میں بھیج کر آنحضور کے ذمہ ہی تمام دنیا کی اصلاح فرما کر تمام مذاہب اور قوموں کو اسلام پاک کے اندر داخل فرمائے گا۔ کیونکہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی زندہ اور آخری رسول ہیں۔ اور آنحضور صلعم کے سوا اور کسی نبی یا رسول کے اندر اتنی طاقت یا قابلیت نہیں ہے کہ جو اس قدر بگڑی ہوئی دنیا کی اصلاح کر کے اس کو راہِ راست پر لا سکے۔ اور پھر جیسا کہ دنیا کے دس کروڑ مسلمانوں کا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد اب کوئی نبی دنیا میں نہیں آ سکتا۔ اس عقیدہ کی رو سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام بھی آسمان سے نہیں آ سکتے۔ کیونکہ اگر حضرت عیسےٰ ہی کا آخری زمانہ میں آنا تسلیم کیا جائے۔ تو پھر حضرت عیسےٰ کو ہی آخری نبی ماننا پڑتا ہے۔ یہ قرآنی تعلیم اور تمام مسلمانوں کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ اور آنحضرت صلعم کی نعوذ باللہ ہتک ہے۔

جیسا کہ تمام دنیا کی قومیں اس بات کو اچھی طرح جانتی ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بچاس ساٹھ سال سے بڑے زور کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہوا ہے کہ جو آخری زمانہ میں تمام دنیا کی اصلاح کرنے کے لئے مسیح موعود آنے والا تھا وہ میں ہوں۔ اور خدا نے مجھے ہی تمام دنیا کی قوموں کی اصلاح کرنے کے لئے اپنی طرف سے بھیجا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس دعویٰ عظیمہ کے ثبوت میں اسّی کے قریب بڑی بڑی کتابیں تصنیف فرما کر تمام دنیا کے اندر شائع کی ہیں۔ اور اشتہاروں اور ٹریکٹوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ اور ان کتابوں اور اشتہاروں کے اندر اپنے اس عظیم الشان دعویٰ کے ثبوت میں آپ نے زبردست دلائل دیئے ہیں۔ اور ان کتب کے اندر خدا کی طرف سے ہونے والے الہام اور وحی کا کثرت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جن وحی والہام کے اندر اللہ تعالےٰ نے آپ کو محمد اور احمد کے نام سے پکارا ہے اُن میں سے ایک الہام یہ ہے:۔

يا احمد بارك الله فيك ما رميت اذ رميت ولكن الله رمىٰ۔

یعنی اے احمد خدا نے تجھ میں برکت رکھ دی ہے جو کچھ تو نے چلایا وہ تو نے نہیں چلایا بلکہ خدا نے چلایا۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۰ باب چہارم)

پھر قرآن کریم پارہ ۲۸ سورۂ صف میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کا نام یعنی آنے والے مسیح موعود کا نام احمد رکھا ہے۔ جیسا کہ فرمایا وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ۔

ترجمہ:۔ (حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا قول ہے وہ بنی اسرائیل کو خوشخبری دیتے ہیں) کہ "میرے بعد ایک پیغمبر آئے گا جس کا نام احمد ہو گا پس جب آیا ان کے پاس پیغمبر ساتھ دلیلوں ظاہر کے کہا انہوں نے یہ جادو ہے ظاہر۔ اور کون ہے بہت ظالم اس شخص سے کہ باندھ لیتا ہے اوپر اللہ کے جھوٹ اور وہ پکارا جاتا ہے طرف اسلام کے"۔

اس میں شک نہیں کہ احمد حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی صفاتی نام ہے۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بعد آنحضرت صلعم ہی دنیا میں مبعوث ہوئے۔ لیکن یہاں جو اللہ تعالےٰ نے سورۂ صف میں آنحضرت صلعم کے ذاتی نام محمد کی بجائے احمد رکھا ہے۔ اس احمد سے مراد آخری زمانہ میں آنے والے مسیح موعود ہی ہیں۔ اس بات کا ثبوت اس سورۂ صف کے ساتھ کے ہی قرآنی فقرہ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ سے ظاہر ہو رہا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ "وہ پکارا جاتا ہے طرف اسلام کے"۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ اس احمد سے مراد حضرت نبی کریم صلعم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کو یا آنحضرت صلعم کے صحابہ کرام کو کسی ایک بشر انسان نے بھی اسلام کی طرف آنے کے لئے نہیں پکارا۔ لیکن حضرت مرزا صاحب جن کا دعویٰ آخری زمانہ میں آنیوالے مسیح الزمان کا ہے۔ اُن کو اور اُن کی جماعت کو دنیا کے دس کروڑ غیر احمدی مسلمان ساٹھ سال سے یہی کہتے چلے آ رہے ہیں۔ کہ اے احمدیو! تم کافر ہو گئے ہو اس لئے اسلام کی طرف آ جاؤ۔ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ اس سورۂ صف والے احمد کے مصداق حضرت مرزا صاحب ہی ہیں۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب کو اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ کے اپنے الہام ووحی کے اندر بھی جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے احمد نام رکھا ہے۔

اس کے علاوہ حضرت مرزا صاحب کو یہ وحی الٰہی ہوئی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔ اس وحی الٰہی میں آپ کا نام محمد رکھا گیا ہے اور رسول بھی۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۴)

لہٰذا مندرجہ بالا وحی والہام کے علاوہ حضرت مرزا صاحب کی کتابوں اور اشتہاروں کے اندر اس قسم کے متعدد ایسے الہامات مذکور ہیں جن میں حضور کو احمد اور محمد کے نام سے پکارا گیا ہے۔

اب ہر ایک عقلمند انسان مندرجہ بالا بیان پر غور کر کے خود نتیجہ نکال سکتا ہے۔ کہ جب خداوند تعالےٰ اپنے سب سے پیارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں قرآن شریف کے اندر پارہ ۲۹ سورۂ الحاقۃ رکوع ۲ میں فرماتا ہے۔

لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور اگر بنا لیتا وہ اوپر ہمارے بعض باتیں البتہ پکڑتے ہم اُس کا داہنا ہاتھ۔ پھر کاٹ ڈالتے ہم اس کی رگِ گردن۔ پس نہ ہوتے تم میں سے کوئی اس کو بچانے والا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ

اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اگر تو بھی جھوٹی وحی والہام بنا کر دنیائے جہاں کے لوگوں کو یہ کہتا کہ مجھے خدا کی طرف سے رسول بنا کر دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے اور مجھے یہ یہ الہام ووحی ہوئے ہیں۔ حالانکہ خدا کی طرف سے کوئی وحی والہام نہ ہوتے تو ہم تجھے بھی نعوذ باللہ قتل یا ہلاک کر دیتے اور تیرا اور تیرے ماننے والوں کا دنیا کے اندر نام ونشان نہ رہنے دیتے تو پھر اور کون ہے کہ اُس قادر مطلق اور علیم وخبیر احکم الحاکمین۔ خدا کے اس سنت اور اٹل قانون کے موجود ہوتے ہوئے وحی والہام کا پُر زور الفاظ میں دعویٰ کر کے قتل اور ہلاک ہونے سے بچ سکے۔

پس ہر ایک مسلمان کہلانے والے کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ کلام الٰہی پر اچھی طرح غور کرے اور پھر غور کرنے کے بعد جو حق بات ہو اسکو قبول کر کے اُس پر عملدرآمد کرے کیونکہ آخر ایک دن مرکر اور خدا کے حضور حاضر ہو کر اپنے اعمال کا حساب کتاب دینا پڑے گا۔

خدا کے حضور دعا ہے کہ وہ تمام دنیا کی گمراہ قوموں کو اور خاص کر امت محمدیہ کو حق کے قبول کرنے کی توفیق دے۔ اور دین اسلام کا بول بالا فرمائے۔ آمین

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ۔ لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے
ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے ۔ کوئی دیں دینِ محمد سا نہ پایا ہم نے
مصطفےٰ پر ترا بیحد ہو سلام اور رحمت ۔ اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمد سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

بقیہ صفحہ ہر رشی کھٹور شبد (سخت الفاظ) بھی استعمال کرتے تھے۔ مگر جہاں سندو پنڈت اسکا جواب اینٹ اور پتھر سے دیتے تھے۔ وہاں اہل اسلام ہر رشی کے مہتو (عظمت) کو انو (محسوس) کرتے ہوئے کبھی برا نہیں مناتے تھے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ سوامی جی مسلمان دوستوں کے مکان پر ٹھہرے ہوئے بھی اسلام کی تردید کرتے تھے۔ مگر کبھی کسی مسلمان نے ان کا نرادر (ہتک) نہیں کیا۔"

اخبار پرکاش لاہور کارتی نمبر ۱۱ نومبر ۴۴ء صفحہ ۲/۲۲!

ان دونوں دکھ بھرے حالات سے آپکو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ان المناک واقعات کو اگر آپ کی طرح کوئی بے خبر مسلمان ویدوں کی تعلیم کی طرف منسوب کرے۔ یا ان رکھوہ واقعات کو سندوؤں کی تعلیم کہہ کر سندوؤں کی دل آزاری کرے تو کیا اس ناز یبا حرکت کو آپ جائز سمجھیں گے نہیں اور ہرگز نہیں اس لئے میں آپ کی سیوا میں محبت بھرے دل سے یہی عرض کرتا ہوں کہ میں اور آپ دونوں مل کر یہ کہیں کہ پاکستان میں جن پاکستانیوں نے احمدیوں کو پاکستان میں زندہ جلایا ہے وہ حقیقی مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں ہیں۔ اور جن ہندوؤں نے جینیوں پر اور سوامی دیانند پر ظلم وستم کئے ہیں وہ بھی ہندو نہیں تھے ان ننگ انسانیت لوگوں کو کسی مذہب یا دھرم کی طرف منسوب کرنا اور ہندوستان کی جمہوریت کے خلاف ہندو مسلمانوں کے تعلقات میں دشمنی کے جراثیم پیدا کرنا یہ بھارت کی جمہوریت ہی کی کھلی ہوئی دشمنی نہیں بلکہ یہ انسانیت اور امن عامہ کی علمی دشمنی ہے اس لئے اس گھور پاپ سے آپ کو اپنی آتما کو گندہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر آپ واقعی بھارت دیش کے دوست اور بھی خواہ ہیں تو آپ کو اس رشیوں کی جنم بھومی میں بجائے نفرت وعداوت کے شانتی اور پریم کا پرچار کرنا چاہیئے تھا کیونکہ مخلوق کی دل آزاری کرنا اور ان پر

مختصر اور ضروری خبریں

پٹنہ۔ ۲۲ ستمبر۔ بے زمین ۱۲ ہزار کسانوں کے ایک اجتماع میں آچاریہ کرپلانی نے تقریر کی۔ اور ان اقدامات کا اعلان کیا۔ جو کھیت ستیہ گرہ کو زیادہ سرگرمی سے جاری کرنے کے لئے اختیار کئے جائیں گے۔ اس اجتماع میں تعلقہ باردی کے علاوہ دھرم پور کے دیہات کے کسان بھی شامل تھے۔

جلسہ میں اعلان کیا گیا ہے کہ بالدا۔ دھگا اور موٹا پوندھا میں کسانوں کے جتھے ان زمینوں کی طرف بڑھیں گے۔ جن کو زمینداروں نے غیر مزروعہ بنا کر گھاس کے میدانوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ ستیہ گرہ صبح کے آٹھ بجے سے شروع ہو کر شام کے ۶ بجے تک جاری رہے گی۔ تمام ستیہ گرہیوں کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ کچھ مخصوص زمین کے سوا دوسرے کھیتوں میں مداخلت نہ کریں۔ ۲۵ ستمبر کو عورتیں ستیہ گرہ کریں گی۔ اس اجتماع میں مسٹر جارث اور راجہ بھگتی سنگھ نے تقریریں کیں۔ اور ایک قرارداد کے ذریعہ آدی باسیوں کے مطالبہ کی حمایت کی گئی۔ اور اس کو انصاف اور حق پر مبنی قرار دیا گیا۔ اور امید ظاہر کی گئی۔ کہ تحریک پورے زور اور سرگرمی سے جاری رکھی جائے گی۔ اور کامیاب ہوگی۔

آچاریہ کرپلانی نے موضع جیوائی کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ بمبئی مسٹر مرارجی کو چیلنج دیا ہے کہ پارڈی پہونچ کر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ اور پرجا سوشلسٹ لیڈروں کو اپنے نقطۂ نگاہ کی وضاحت کا موقعہ دیں۔ اس کے بعد دیکھیں کہ عوام کس کے مشورہ پر عمل کرتے ہیں۔ "سرتجن" کے ایڈیٹر کی یہ رائے صحیح نہیں کہ پارڈی کی ستیہ گرہ بھی زمین پر حملہ کے مترادف ہے کسان صرف ایک بنیادی حق کو تسلیم کرانا چاہتے ہیں۔ یہ ستیہ گرہ بھودان تحریک کے خلاف نہیں ہے۔

نیویارک۔ ۲۲ ستمبر۔ اقوام متحدہ کی قائم کردہ رہبر کمیٹی نے روس کی یہ تجویز رد کر دی کہ پولیٹیکل کانفرنس کی تشکیل کے مسئلہ جنرل اسمبلی میں از سر نو بحث کی جائے۔ اس تجویز کی تائید صرف پولینڈ نے کی تھی۔ یوگوسلاویہ کے نمائندے نے رائے دینے سے پرہیز کیا۔

مسٹر لاج سفیر امریکہ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ شمالی کوریا نے غیر جانبدار ممالک کو پولیٹیکل کانفرنس میں مدعو کرنے کی جو تجویز پیش کی ہے۔ اس کے لئے فریقین کی رضامندی ضروری ہے۔ اس لئے اگر حالات سازگار ہوں اور فریق ثانی مزید نمائندوں کی شرکت کا سوال کانفرنس میں اٹھائے تو اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ اگر جنرل اسمبلی میں پہلے اس کانفرنس کے تمام پہلوؤں پر بحث کی گئی تو یہ ممکن ہے کہ کانفرنس منعقد ہی نہ ہو۔

تہران۔ ۲۲ ستمبر۔ جنرل زاہدی نے اپنی کابینہ میں مغربی طاقتوں کے دو حامی وزراء کو شامل کر کے یورپ سے امداد کی طرف ایک اور قدم اٹھایا ہے۔ وزیر خارجہ عبداللہ انتظام نے یورپ میں تعلیم حاصل کی ہے۔ اور جنگ کے بعد مغربی جرمنی میں ایرانی مشن کی حیثیت سے مامور رہ چکے ہیں۔ خیالات کے اعتبار سے آپ قدامت پسند ہیں۔ اور نصر اللہ انتظام کے بھائی ہیں۔ آخر الذکر انگلستان کے تعلیم یافتہ ہیں اور واشنگٹن میں سفیر ایران رہ چکے ہیں۔

نصر اللہ انتظام کے متعلق بارہا یہ کہا جا چکا ہے کہ وہ برطانیہ کے حامی ہیں۔ عبداللہ انتظام بھی اپنے بھائی کے ہمخیال ہیں۔ دوسرے وزیر ملکہ ثریا کے چچا امیر حسین بختیار ہیں۔ جن کو ڈاکٹر مصدق کے عہد حکومت میں برطانیہ کا پٹھو سمجھا جاتا تھا۔

امیر حسین بختیار کی انگریز دوستی ایک معلوم اور آشکار حقیقت ہے۔ جنرل زاہدی غالباً علی سہیلی کو وزیر اعظم بنانا چاہتے ہیں۔ علی سہیلی لندن میں سفیر رہ چکے ہیں۔ اور ان کی انگریز دوستی بھی مسلم ہے۔

اب خیال کیا جاتا ہے کہ ایران کو برطانیہ کے ساتھ مذاکرات شروع کرنے میں علی سہیلی سے بہت مدد ملے گی۔ اور ممکن ہے ان کو دوبارہ سفیر بنا کر لندن بھیج دیا جائے۔ جنرل زاہدی کے مخالف کہہ رہے ہیں کہ یہ ایک برطانوی کابینہ ہے۔ لیکن زاہدی کو اس سے کچھ غرض نہیں کہ لوگ کیا کہتے ہیں وہ اپنے منصوبوں کی تکمیل میں منہمک ہیں۔

ٹورنٹو۔ ۲۲ ستمبر کینیڈا اور امریکہ کے اعلیٰ فوجی افسران دنیا کا ایک نہایت ہی حیرت انگیز جنگی طیارے کے سلسلے میں تبادلۂ خیالات کرنے کے لئے اکٹھا ہونے والے ہیں۔ یہ طیارہ ابھی تک خفیہ راز کی فہرست سے تعلق رکھتا ہے اور ابھی اس کا صرف ڈیزائن تیار کیا گیا ہے بہرحال یہ یقین کیا جاتا ہے کہ یہ طیارہ جس کی شکل اڑن طشتری کی سی ہوگی۔ ڈیڑھ ہزار میل فی گھنٹہ رفتار سے پرواز کر سکے گا۔

ادائیگی چندہ جات کے لحاظ جماعتوں کی درجہ بندی

صدر انجمن احمدیہ قادیان کا مالی سال یکم مئی سے شروع ہوتا ہے آخر اگست تک سال رواں (۱۹۵۳ / ۵۴ء) کے پہلے چار ماہ گذر چکے ہیں۔ ان چار ماہ کے عرصہ میں جماعتوں کی طرف سے وصول شدہ چندہ جات کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ نظارت بیت المال اس معاملہ پر غور کر رہی ہے کہ ادائیگی چندہ جات کے لحاظ سے جملہ جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کی درجہ بندی کر دی جائے۔ یعنی اس گذشتہ چار ماہ کے عرصہ میں تدریجی بجٹ کی نسبت سے اپنے ذمہ واجب الادا چندہ جات کے مقابل ۹۰ فی صدی سے ۱۰۰ فی صدی تک اپنا بجٹ پورا کرنیوالی جماعتیں درجہ خاص میں (۲) ۷۰ فی صدی سے ۸۹ فی صدی تک پورا کرنے والی جماعتیں درجہ "الف" (۳) ۵۰ فی صدی سے ۶۹ فیصدی تک اپنا بجٹ پورا کرنے والی جماعتیں درجہ "ب" (۴) ۲۵ فیصدی سے ۴۹ فی صدی تک اپنا بجٹ پورا کرنیوالی جماعتیں درجہ "ج" اور (۵) ۲۴ فی صدی یا اس سے کم یا بالکل نادہندہ جماعتیں درجہ "د" میں شمار ہوں گی۔ اور یہ بھی خیال ہے کہ اس درجہ بندی کے مطابق جماعتوں کی فہرستیں اخبار "بدر" میں شائع کر دی جائیں۔

جماعتوں کی درجہ بندی کی ایک غرض تو یہ ہے کہ جماعتوں کے عہدیداران مال کو چندہ جات کی وصولی میں کی گئی گذشتہ جد و جہد کے آئینہ میں اپنی جماعت کا معیار نظر آ جائے۔ اور وہ گذشتہ کوتاہیوں کا ازالہ کرتے ہوئے اپنی جماعت کو اوپر والے درجہ میں لے جانے کے لئے کوشش کر سکیں۔ دوسری غرض اس درجہ بندی کی یہ ہے کہ اس طرح نظارت ہذا کو علم ہوتا رہیگا کہ کس کس جماعت کے عہدیدار اپنے فرائض کو کما حقہ ادا کرتے رہے ہیں۔ اور کون کون سی جماعتیں اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں غفلت برت رہی ہیں۔ تا ان مؤخر الذکر جماعتوں کی بحیثیت مجموعی اور احباب کی انفرادی طور پر اصلاح کے لئے ٹھوس رنگ میں کارروائی کی جا سکے۔ نظارت ہذا اس بات کا پختہ ارادہ کر چکی ہے کہ درجہ "د" کی جماعتوں کا معاملہ ابتدائی دفتری کارروائی کے بعد جتنی جلدی ممکن ہو سکے سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد درجہ ب الف والی جماعتوں کے معاملات بھی حضور کی خدمت میں پیش کر دیئے جائیں۔

لہذا بذریعہ اعلان ہذا جملہ جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کے عہدیداران مال کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ اپنی جماعتوں کے منظور شدہ بجٹ ۱۹۵۳ / ۵۴ء اور اسکے مقابل پر ان چار ماہ کے عرصہ میں واجب الادا نیز مرکز میں بھجوائی گئی رقوم چندہ جات کا جائزہ لیں۔ اور دیکھیں کہ ان کی جماعت کا نام درجہ خاص میں آتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اپنی جماعت کے ذمہ تدریجی بجٹ کی نسبت سے ان چار ماہ کے عرصہ میں کم جمع شدہ رقوم چندہ فوری طور پر مرکز میں ارسال کر کے اپنی جماعت کو درجہ خاص والی فہرست میں شامل کرائیں۔ نظارت بیت المال کی طرف سے ہر جماعت کے سکرٹری صاحب مال کو اسکی جماعت کے منظور شدہ بجٹ ۱۹۵۳ / ۵۴ء اور اسکے مقابل پر تدریجی بجٹ کی نسبت سے ان چار ماہ کے عرصہ میں وصول شدہ چندہ جات نیز بقایا کی تفصیل اس غرض کے لئے بھجوائی جا رہی ہے۔ تاکہ وہ اپنی جماعت کے ذمہ بقایا چندہ جات کی وصولی کے لئے مؤثر رنگ میں کوشش کر کے جلد از جلد رقوم مرکز میں بھجوا سکیں زیادہ سے زیادہ ۳۰ ستمبر ۱۹۵۳ء تک انتظار کیا جائے گا۔ اس کے بعد اس درجہ بندی کے لحاظ سے جماعتوں کی فہرستیں شائع کر دی جائیں گی۔

سلسلہ کی موجودہ مالی مشکلات اور ضروریات کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ ہر وہ شخص جو صدق دل سے جماعت میں داخل ہے اور سلسلہ کیلئے اپنے دل میں درد رکھتا ہے اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے ذمہ بقایا جات کی فوری طور پر ادائیگی کرنیکے علاوہ آئندہ بھی باقاعدہ باشرح چندہ ادا کرے اور ثابت کر دے کہ وہ اپنی بیعت کے اس مقدس عہد کو کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا" درحقیقت اپنے عمل سے پورا کر رہا ہے۔ امید ہے کہ جملہ احباب جماعت ادائیگی چندہ جات میں خصوصاً اور عہدیداران مال وصولی چندہ جات میں کما حقہ کوشش کر کے عند اللہ ماجور ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(ناظر بیت المال قادیان)